مسلکِ اعلیحضرت کا ترجمان



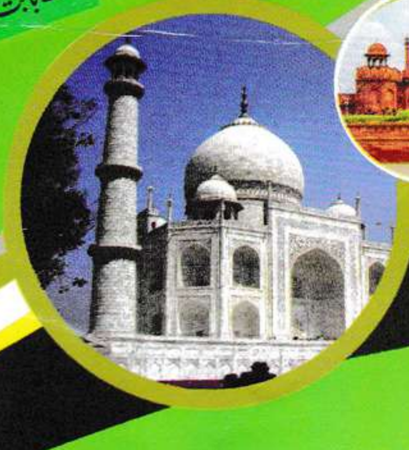
سہ ماہی امجدیہ گھوسی

طلبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، متو، یوپی

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

اللہ جل شانہ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اپنے ایمان وعقیدے کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ وعبادت وریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیا، جس کی وجہ سے حق تبارک وتعالیٰ نے ان کے پیکر خاکی کو نورانی بنادیا اور وہ اس حدیث قدسی کے مصداق بن گئے، جن کے بابت خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے:





ہندوستان میں مغلیہ سلطنت اور ان کے اہم کارنامے

• اصول اسلام جدید سائنس کی روشنی میں

Oct. Nov. Dec.

2016

بیادگار:- فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی:- جانشین صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ترجمان

سہ ماہی امجدیہ (گھوسی)

از:- طیبۃ العلماء، جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۴۷

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۶ء

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

TAIBATUL OLAMA

JAMIA AMJADIA RIZVIA

GHOSI 275304 MAU (U.P) INDIA

قیمت

فی شمارہ :	۱۵ر روپے
سالانہ ممبری فیس :	۵۰ر روپے
بیرونی ممالک سے :	۲۰ر امریکی ڈالر

فون نمبر ۲۲۲۰۴۶ -- ۰۵۴۶۱

پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر علاء المصطفےٰ قادری نے اسٹار آفسیٹ پرنٹنگ پریس 2229/A احاطہ جن بی، رودگران، لال کنواں، دہلی سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی امجدیہ، طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو سے شائع کیا۔

Website: Amjadia.org Email: Amjadiya2004@yahoo.com

فہرست مضامین

فکریات

شخصیات

دیوان عام

ادارہ

صوفیۂ حق اور خدمت خلق

از:۔خورشید عالم برکاتی مصباحی۔استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

آیت: "یاایها الذین اٰمنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین"

ترجمہ:۔اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اللہ جل شانہ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اپنے ایمان وعقیدے کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ وعبادت وریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیا، جس کی وجہ سے حق تبارک وتعالیٰ نے ان کے پیکر خاکی کو نورانی بنادیا اور وہ اس حدیث قدسی کے مصداق بن گئے، جن کے بابت خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے:

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان الله تعالیٰ قال من عاد لی ولیا فقد اذنته بالحرب وا تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بکثرة النوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بما ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه". (صحیح بخاری ج ۲/باب التواضع ص ۹۶۳)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی اس کے لیے میری طرف سے اعلان جنگ ہے، اور بندہ صرف میرے پسندیدہ فرائض کے ذریعہ میرا قرب حاصل نہیں کرتا، ہاں بندہ کثرت نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک منزل وہ آتی ہے کہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، وہ مجھ سے جو مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں اور وہ میری پناہ چاہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔

جس طرح ان کاملین وواصلین کی صحبت خیر وبرکت اور ابدی سعادت کا سبب ہے اسی طرح ان کے اقوال وافعال واحوال بھی رہروان سلوک ومعرفت کے لیے مشعل ہدایت ہیں، اور عام لوگوں کے لیے ان کے حالات وملفوظات کا سننا اور پڑھنا موجب سعادت دارین ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

دریافت کیا گیا، مریدین کو مرشدین کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ تو فرمایا مردان حق کا ذکر خدا کے لشکروں میں سے ایک ایسا لشکر ہے جس کے ذریعہ مریدین کو اعانت اور شکستہ قلوب کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیا ص۵۶۵)

اولیائے کرام کے اقوال وارشادات کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ عطار تحریر فرماتے ہیں:

اگر قرآن وحدیث کے بعد کسی کلام کو عظمت وفضیلت حاصل ہے تو اولیائے کرام کے کلام کو کیوں کہ ان کا کلام ظاہری تصنع سے پاک اور عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو علم لدنی سے سرفراز فرما کر وارث انبیا بنا دیا ہے۔

یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صحابہ کرام سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کو دیکھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لیتے تھے، کیوں کہ آپ کی ذات اقدس محور اعظم تھی، مومنین براہ راست آپ کی ذات سے اکتساب فیض کرتے تھے۔

آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام وتابعین عظام کے اندر چوں کہ اتنا علم موجود تھا کہ خود مسئلہ کی تخریج کر لیتے اور ایک دوسرے سے مل کر حل تلاش کر لیتے، اس لیے آپ کے بعد کا زمانہ بھی سراسر اسلامی تھا، اسلامی قوانین نقطۂ عروج پر تھے، لوگوں پر مذہبیت غالب تھی، وہ دنیا کی لذتوں سے کوسوں دور اور حیلہ سازی ونفرتوں سے بالکل صاف وپاک تھے۔

لیکن دھیرے دھیرے جب لوگوں کے اندر حب دنیا پیدا ہونے لگی اور عیش ونشاط کی طرف مائل ہونے لگے، اسلامی قوانین کی دھجیاں اڑائیں جانے لگیں، شریعت بالائے طاق رکھ کر اس کے خلاف کو اپنانے کا شیوہ بننے لگ ضرورت پیش آئی کہ بزرگان دین وصوفیائے کرام حالات و واقعات زندگی اور ان کے ملفوظات وفرمودا وعبادات وریاضات کو عام کیا جائے اور ہر ہر فرد تک پہن جائے، تاکہ دنیا داری اور لہو ولعب کے اس پرفتن ماحول دین داری وتقویٰ شعاری کی شمع فروزاں رہے اور گم گشتگا راہ راہ ہدایت پاتے رہیں، اور اپنے اعمال و اخلاق اصلاح کرتے رہیں۔

تصوف کی تعریف:

اہل علم نے صوفی کی متعدد تعریف کی ہے ان میں کچھ کو صفحۂ قرطاس کرتے ہیں، درجۂ تصوف میں جو لوگ ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) صوفی (۲) متصوف (۳) متصوف۔

(۱) صوفی وہ ہے جو اپنے وجود سے فانی ہو کر باقی ہو گیا قید مزاج وطبائع سے آزاد ہو کر حقیقت حقائق کے سا مل گیا۔

(۲) متصوف وہ ہے جو اس درجہ کے حاصل کرنے آرزو میں تکلف ومشقت ومجاہدہ کر رہا ہے اور صوفی بن خواہش مند ہے اور بعض صوفیائے کرام کے رسم ورواج پیروی میں اپنی اصلاح کرتا ہے۔

(۳) مسصوف وہ ہے جو مال ومنال دنیاوی حاصل نے کی غرض سے صوفیائے کرام کے اعمال وافعال وحرکا کی نقل کرتا ہے اور صوفیہ کے اقوال کہتا پھرتا ہے، مگر خود مح بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا، چنانچہ ایسے ہی شخص کے حق م مشائخ کرام نے فرمایا ہے:

"المستصوف عندالصوفية كالذباب وعند غيرهم كالذباب".

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ صوفی کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

"التصوف لغت رقيم العبد فيه قيل لغت للعبد ام ملحق فقال لغت الحق حقيقة ولغت العبد رسم".

ترجمہ:۔ تصوف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ بندہ ٹھہرتا ہے، بعض نے کہا کہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا بندہ کے لیے تو فرمایا بمعنی حقیقی تو ہر صفت مخصوص بالذات باری تعالیٰ ہے لیکن رسماً صفت بطور مجاز بندہ کے لیے ہوتی ہے۔

حضرت ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'التصوف حقيقة لا رسم له".

ترجمہ:۔ تصوف ایسی حقیقت کا نام ہے جس کی تعریف رسمی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ رسم مخلوقات کا وہ حصہ ہے جو معاملات میں مستعمل ہیا ور تصوف حقیقۃ خاصہ الٰہی ہے۔

حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"التصوف صفاء السر من كدورة المخالفة".

ترجمہ:۔ تصوف نام ہے اپنے ضمیر کو مخالفت حق سے محفوظ رکھنے اور اس کے جلا و نورانیت کو کدورت واوہام سے بچانے کا۔

تصوف اسلام کو عملی طور پر برتنے کا نام ہے، جو بندوں کے ظاہر کی اصلاح باطن کی تعبیر، اخلاق کی درستگی اور ان کے عبادات و معاملات کو سنوارنے کی کوشش کرتا ہے، صوفیائے کرام صرف نظریاتی طور پر شریعت کے آداب واحکام بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے مسترشدین کا ہاتھ پکڑ کر انھیں عروج وارتقا کی منزلوں تک پہنچاتے ہیں۔

صوفیائے کرام صاحب احوال واعمال ہوتے ہیں، محض صاحب گفتار اور زبانی دعویٰ کرنے والے نہیں ہوتے۔

ہم یہاں اس باب میں صوفیا کے اہم عملی طریقوں کو پیش کررہے ہیں، صوفیائے کرام اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لیے جن کو اختیار کرتے ہیں یہ عملی طریقہ ابتدائے کتاب وسنت اور اقدار سلف ہی کی جامع شکل ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ تصوف کی اساس قرآن وسنت ہے جس کی دلیل متعدد آیتوں سے ملتی ہے، مثلاً:

"شهد الله انه لا اله الا الله و اولو العلم قائما بالقسط".

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر مذکورہ آیت میں "اولو العلم قائما بالقسط" سے مراد وہ لوگ ہیں جو انبیائے کرام کے سچے نائب ووارث ہیں اور وہ فقہا ومحدثین اور صوفیہ ہیں۔

صوفیائے کرام نے درحقیقت نہ کوئی نیا راستہ ایجاد کیا ہے اور نہ نئے اسلوب کی بنیاد ڈالی ہے، انھوں نے ہر چیز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے اور آپ کی طرز حیات اور آپ کے بتائے ہوئے اسلوب زندگی کی پیروی کی ہے۔

ویسے تو کائنات میں نہ جانے کتنے صوفیا حضرات ہیں، لیکن ان تمام اصفیا میں سے ہم یہاں پر حضرت مخدوم الاولیا

داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمۃ والرضوان کو پیش کرتے ہیں۔

مخدوم الاولیا، سلطان الاصفیا، حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز اس گروہ کے سرخیل ہیں، جو امام رسل ہادیٔ سبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال محبت ومتابعت سے ولایت کے ارفع واعلیٰ مقام اور بلند مراتب پر فائز ہوکر خلافت الٰہیہ اور حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کبریٰ کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں، چوں کہ انھوں نے اپنے آپ کو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا تھا، اور اسی محبوبیت کی بنا پر انھیں بھی مقام محبوبیت عطا ہوئی تھی اور وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہر انوار خدا اور نائب محبوب خدا کی حیثیت سے تھے، لہٰذا ان کی تعلیمات وارشادات طالبان راہ خدا کے لیے مرشد طریق کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ہر مرتبہ واستعداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں، چنانچہ یہ عطائے الٰہی وبفیض سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ میں کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرایا اور اپنی روحانی قوت اور نظر کیمیا اثر کے ذریعے بے شمار گم کشتگان بادیہ کفر وضلالت کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا اور ان کے سینوں کو نور اسلام سے منور فرمایا۔

بعد وصال حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار فیض رسان عالم اور منبع روحانیت وطمانیت ہے، ان کے ارشادات گرامی وافاضات عالی بجائے خود مرشد کامل کی حیثیت رکھتے ہیں، غرض کہ ایسی محبوبیت ومقبولیت امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت کم اولیائے کرام کو حاصل ہے۔

خدمت:

حضرت نے اپنی روحانی قوت سے کفرستان ہند میں جو تخم سجدہ کی کاشت کی تھی، رائے بہادر کنہیا لال نے بدیں الفاظ اس کا اعتراف کیا ہے:

”آپ نے مسلمانی دین پھیلانے میں بڑی کوشش کی“

مولوی نور احمد چشتی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت یہاں تشریف لائے تو اس وقت یہاں ایک شخص راجو نائب حاکم پنجاب حضرت کا مرید ہوکر مسلمان ہوا، اور اس کا نام شیخ نے شیخ ہندی رکھا، اس کی اولاد تا حال خادم ومجاور ہے۔

حضرت داتا گنج بخش صاحب نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔

”دارا شکوہ“ لکھتا ہے کہ آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دیگر مساجد کے بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے، کہتے ہیں کہ اس وقت کے علما جو لاہور میں موجود تھے اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے، چنانچہ ایک روز حضرت نے ان سب علما کو جمع فرمایا اور خود امامت کے فرائض انجام دیے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا، دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے، دیکھا تو حجابات اٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہوگیا، ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے۔ (ماخوذ کشف المحجوب)

حضرت شیخ خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ

ولادت: ۵۹۲ھ۔ وفات: ۶۹۰ھ۔

کتاب ''حقیقت گلزار صابری'' سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا نسبی تعلق محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم پیران پیر روشن ضمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، مولف کتاب رقمطراز ہیں کہ جب حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی اور دایہ نے بے وضو آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی، اور وہ الگ ہٹ گئی، والدہ مخدومہ نے ہدایت کی کہ اے دایہ تجھ کو معلوم نہیں کہ یہ لڑکا اولاد حضرت قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی کریم الطرفین حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، اور اس کی پیش خبری سے ایک دفتر مرتب ہے جلد وضو کر اور صلوٰۃ و استغفار پڑھ کر غسل کے لیے ہاتھ لگا۔ (حقیقت گلزار صابری ص ۱۳۶)

حضرت صابر کلیری علیہ الرحمہ نے ولادت کے بعد چھ ماہ چند روز شیر مادر نوش نہیں کیا، والد گرامی نے چار رکعت نفل نماز ادا کی اور حضرت مخدوم کے چہرۂ انور کا بوسہ دے کر اکیس بار ''یا شیخ عبد القادر شیئا للہ مدد باذن اللہ'' پڑھ کر آپ کے قلب پر دم کیا اس کی برکت سے حضرت مخدوم نے دودھ پینا شروع کر دیا، ابتدا میں یہ معمول تھا کہ ایک روز دودھ پیتے اور ایک روز روزہ رکھتے، پھر یہ معمول بنایا کہ دو روز کے بعد تیسرے روز شیر نوش کیا کرتے تھے۔

جب ایام رضاعت پورے ہوئے خود بخود دودھ پینا چھوڑ دیا، چوتھا سال شروع ہوتے ہی زبان کھلی اور سب سے پہلے کلمہ ''لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ'' زبان پر جاری ہوا، انوار ولایت شیر خوارگی ہی سے ظاہر ہونے لگے تھے۔

حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ کی عمر ابھی پانچ سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے بعد آپ پر ایسا استغراق طاری ہوا کہ کامل ایک سال تک کسی سے کوئی کلام نہ فرمایا، پھر جذبہ حق دامن گیر ہوا اور غلبۂ حال کے باوجود سائلوں کو کسی کسی بات کا جواب دے دیتے، اور والدۂ محترمہ سے اپنی ضرورت کی چیزیں طلب فرما لیا کرتے تھے، یہی حال قریب دو سال تک رہا۔

جب آپ کی عمر سات برس کی ہوئی تو ان دنوں میں گھر میں بہت تنگی رہتی جو میسر آتا کھا لیتے، ایک دن حضرت نے والدہ محترمہ سے فرمایا آج بھوک برداشت نہیں ہوتی مجھے کچھ کھلا دیجئے، ماں پریشان ہوئیں کیوں کہ گھر میں نہ نقد ہی کچھ تھا اور نہ کھانے پینے کا سامان ہی، ساتھ ساتھ خودداری بھی دامن گیر تھی جو دست سوال پھیلانے کی اجازت نہ دیتی تھی، جب بچے کا اصرار حد سے بڑھا تو تسلی کے لیے دیگچی میں پانی ڈال کر رکھ دیا، جب مخدوم کھانا طلب کرتے تو فرماتیں ابھی تیار نہیں ہوا ہے، بالآخر حضرت مخدوم نے فرمایا بھوک برداشت نہیں مجھے کچھ ہی کھلا دیجئے، خود دیگچی کے پاس گئے اور کہا چاول تیار ہو گئے ہیں، یہ سن کر والدہ کو بڑی حیرت ہوئی، پاس جا کر دیکھا تو واقعی دیگچی میں خوشبودار خوش ذائقہ چاول تیار ہے جسے مخدوم صاحب کو کھلایا پھر والدہ نے شیخ ابو القاسم گرگانی کو بلا کر کہا کہ مخدوم صابر اب تعلیم باطنی سے فیضیابی کے قابل ہو چکا ہے، اگر مناسب سمجھیں تو اسے حضرت مخدوم فرید الدین گنج شکر کی بارگاہ میں پہنچا دیں۔

خلافت وولایت:

حضرت صابر کلیری نے جب اپنے زہد و صبر اور استغفار کے ذریعہ مقام رفعت حاصل کر لیا تو حضرت بابا گنج شکر نے اپنے سلسلہ کی خلافت اور خرقہ عطا فرمایا، ولایت

دہلی کی سند عطا فرمائی، دہلی کی جانب روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کے پاس جا کر قطبیت کی مہر سند ولایت پر ثبت کرالینا، حضرت صابر اجودھن سے ہانسی پہنچے، شیخ جمال الدین نے آپ کا استقبال کیا، ساتھ ساتھ صدر مجلس میں بٹھایا، بعد نماز مغرب شیخ صابر نے سند پیش کی جس سے صوبہ دہلی کی ولایت کا علم شیخ جمال کو ہوا، چوں کہ چراغ موجود نہیں تھا، تھوڑی دیر توقف رہا جب چراغ لایا گیا اور سند ولایت کھول کر رکھی گئی تیز ہوا کی وجہ سے چراغ بجھ گیا، حضرت صابر نے فوراً چراغ پر پھونکا، چراغ روشن ہوگیا تو حضرت شیخ جمال الدین نے جب یہ حال دیکھا تو سند کو ان کے ہاتھ سے لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے دہلی بیچاری تمہارے دم آتشیں کی تاب نہ لا سکے گی، اگر آپ دہلی جائیں گے تو وہ ایک پل میں جل کر خاک ہوجائے گی۔

خلق کی خدمت:

مرشد کے حکم پر حضرت مخدوم کلیر کی جانب روانہ ہوئے، ۱۵؍ذی الحجہ ۶۵۰ھ میں شہر کلیر پہنچے، ساۃ گلزادی بنت عبدالصمد کے مکان پر فروکش ہوئے اور جامع مسجد کلیر میں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے تشریف لے جاتے مگر وہاں کے بدبخت باشندے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے سے انکار کرتے اور کہتے کہ ہمارا پیر قرآن حکیم ہے اور ہمارا امام قاضی تبرک بن ہوتک کوفی ہے، اس کے حکم کے بغیر ہم آپ کو اپنا پیر اور مقتدیٰ کیسے تسلیم کرلیں، حضرت صابر کلیری فرماتے فقیر اپنے مرشد برحق سے تمہاری ہدایت کے لیے خلافت نامہ لے کر آیا ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ خبر قاضی تبرک کو ہوئی اور اس نے حاکم کلیر قیام الدین عرف ذموان سے بیان کیا کہ ایک درویش امامت کا دعویٰ کرتا ہے اور جامع مسجد میں جا کر خلل انداز ہوتا ہے، حاکم شہر جمعہ کی نماز قاضی ہی کی اقتدا میں پڑھتا تھا، اور اس کے مشورے سے ہی مقدمات کے فیصلے کرتا، جمعہ کے دن ذموان حسب معمول جامع مسجد آیا اور اس نے حضرت مخدوم سے کہا اگر تم قطب اور امام ہو تو ہماری ایک سبز رنگ کی بکری تین ماہ سے غائب ہے، بتاؤ وہ کہاں ہے؟ پھر ہم تمہاری اقتدا میں نماز پڑھیں گے اور تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے، حضرت مخدوم نے اسی وقت عالم ارواح کی طرف توجہ کی اور فرمایا بکری کھانے والو! یہاں آؤ، چند لمحہ کے بعد ہی شہر کلیر کے ستائیس افراد حیران و پریشان مسجد میں داخل ہوئے، حضرت نے ان سے پوچھا کہ تم نے رئیس شہر کی بکری کس جگہ ذبح کیا ہے، سبھوں نے انکار کیا اور پردہ فاش کرنے کو کہا، حضرت نے حاکم شہر سے کہا تم اپنی بکری کا نام لے کر پکارو، اس نے بکری کا نام لے کر پکارا تو ان لوگوں کے شکم سے آوازیں آئیں کہ میں اس قدر ان لوگوں کے شکم میں ہوں۔

رئیس کلیر نے یہ بات سن کر کہا بے شک آپ اقطاب ہند ہیں، اس طرح کے بہت سے کرامات آپ سے صادر ہوئے، رب تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا تھا اور اخیر میں ہم خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ اپنے محبوب پاک کے صدقے میں ان بزرگان دین کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

❀❀❀

قسط نمبر(۶)

درس بخاری

از: حضور محدث کبیر

پیش کش: محمد احمد برکاتی

حدیث(۱۹): حدثنی عبیدبن اسمعیل... ان ابن عمر رفع الی النبی ﷺ ان المیت یعذب فی قبرہ الخ".

ترجمہ: ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ذکر ہوا ام المومنین عائشہ کے پاس کہ ابن عمر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا: میت اپنی قبر میں عذاب پا رہا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے، فرماتی ہیں ام المومنین کہ یہ تو ایسی ہی بات انہوں نے روایت کر دی جیسے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے قلیب بدر پر اور اس قلیب میں بدر کے مقتولین مشرکین پڑے ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا جو فرمایا۔ تو یہ فرمایا اب یہ سن رہے ہیں میری بات کو۔ کہ اب ان کو معلوم ہوا کہ میں جو کہتا تھا ان سے حق ہے۔ پھر ام المومنین نے یہ آیت پڑھی: کہ آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے اور قبر والوں کو آپ سنا نہیں سکتے جب وہ اپنے جہنم کے ٹھکانے میں پہونچ گے۔

تشریح: حدیث بیان کرتے ہیں کہ عبید ابن اسمعیل نے حدیث سنائی کہا کہ ہم کو حدیث سنائی اسامہ نے ہشام سے روایت کر کے وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ ذکر ہوا ام المومنین عائشہ کے پاس کہ ابن عمر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا: میت اپنی قبر میں عذاب پا رہا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے، یعنی گھر والے رو رہے ہیں اس کے سبب عذاب پا رہا ہے میت، یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور نے یہ فرمایا ہے، اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی"۔ کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ تو رونے والے رو رہے ہیں یہ ان کا گناہ ہے تو ان کا گناہ مرنے والوں کو کیوں ہوگا؟ تو فرماتی ہیں: کہ حضور

نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عذاب ہو رہا ہے ان کے رونے کے سبب سے، بلکہ یہ فرمایا تھا حضور نے: کہ یہ اپنے گناہوں کا عذاب پا رہا ہے قبر میں اور گھر والے رو رہے ہیں، عذاب سے بچانے کی دعا تو نہیں کر رہے ہیں۔ گھر والے اس کے اوپر رو رہے ہیں اور وہ اپنے قبر میں عذاب پا رہا ہے۔ اور یہ رونے والے اپنے رونے کے عذاب میں پڑے ہیں، یہ حضور کے فرمانے کا مطلب ہے۔ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ ان کے رونے کے سبب سے اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

لیکن امام بخاری نے اسی حدیث کو جب کتاب الجنائز میں نقل کیا تو فرمایا: ابن عمر کی حدیث سے مراد یہ ہے: اِنْ اَمَرَ "اگر وہ حکم دے اپنے وارثوں کو کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے اوپر نوحہ کرنا، سینہ پیٹ پیٹ کر رونا تو چوں کہ اس میت کے حکم سے رو رہے ہیں، اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے تو گناہ دونوں کا ہوا۔ ایک تو رونے والے کا اور رونے والا اس مرنے والے کے حکم سے رو رہا ہے تو یہ حکم کی وجہ سے رونا ہوا تو وہ عذاب کا سبب بنا اس میت کے لیے۔ الدالُّ علی الشرِّ کَفَاعِلِہ "برائی کا حکم دینے والا برائی کرنے والے کی طرح ہے۔ تو دونوں طرح کی حدیثیں ثابت ہیں یہ بھی کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے رونے کی وجہ سے ان کے۔

اور ایک تاویل اس میں یہ بھی کی گئی ہے کہ رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہو رہا ہے یعنی ت... ہو رہی ہے کہ کیوں یہ لوگ خوامخواہ روتے ہیں، ... تاویل کچھ لوگوں نے کی ہے۔

قالت: فرماتی ہیں ام المومنین یہ تو ایسی ہی ... انہوں نے روایت کر دی جیسے انہوں نے یہ کہہ د... حضور ﷺ کھڑے ہوئے قلیب بدر پر اور اس قلیب... بدر کے مقتولین مشرکین پڑے ہوئے تھے تو حضو... نے فرمایا جو فرمایا۔ تو یہ فرمایا: انهم لیسمعون ال... اقول" اب یہ سن رہے ہیں میری بات کو۔ تو یہ سنن... حضور نے نہیں فرمایا تھا۔ انما قال لیعلمون ... کنت اقول لهم حق"۔ کہ اب ان کو معلوم ہوا ک... جو کہتا تھا ان سے حق ہے۔ تو حضور نے سننے کے ... میں نہیں کہا بلکہ علم کے بارے میں کہا۔

مگر یہ اکیلے حضرت ابن عمر کی روایت... ، حضرت ابو طلحہ کی روایت بھی ہے اور بعض دوسر... کی بھی ان کے علاوہ روایت ملتی ہے کہ سننے کے ... میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ تو فرمایا: ما انتم با... لما اقول"۔ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں... یعنی سن رہے ہیں۔ تو یہ حضرت عائشہ کا اپنا اجتہاد ہو...

ممکن ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا ہو: ا... جان رہے ہیں" تو جو بات وہ دلیل میں پیش کر ر... ، اس سے تو علم کے اوپر بھی تو یہی اعتراض ہوگا وہ کہ...

:الآن ''کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اب یہ لوگ جان گیے ہیں کہ میں جو کہتا تھا وہ سچ ہے۔ پھر انہوں نے اپنی دلیل میں یہ آیت پڑھی :انك لا تُسمِعُ المَوتیٰ وما اَنتَ بِمُسمِعِ مَنْ فِی القُبُور ''۔آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے اور قبر والوں کو آپ سنا نہیں سکتے تو جب مردوں کو آپ سنا نہیں سکتے بلکہ اللہ سنائے گا تو پھر کیسے یہ بات حضور کہتے کہ میری بات سن رہے ہیں۔ اور میں جو کہہ رہا ہوں سن رہے ہیں اور میں سنا رہا ہوں ان کو یہ کیسے حضور کہتے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مفسرین کرام نے ان آیتوں میں کہا :موتی سے مراد کفار ہیں ،لِمَوتِ قُلُوبِهِم ''کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔اور ''وما انت بمسمع من فی القبور ''۔یعنی ''بمسمع من هو مثلُ مَنْ فِی القبور ''۔کہ آپ سنا نہیں سکتے ان لوگوں کو جو ہیں قبر میں رہنے والوں کی طرح کہ وہ بات سن تو لیں گے مگر قبول نہیں کر سکتے۔

ویسے مردوں کو سنانے کے لیے کئی حدیثیں ہیں (یعنی بہت سی حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردے سنتے ہیں) سلام کرنے والی حدیثیں کس معنی پر محمول ہوں گی جس میں خود حضور ﷺ سے روایت ہے اور خود حضرت عائشہ ہی نے روایت کی ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ :میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اگر میں قبرستان میں جاؤں تو کیا پڑھوں تو حضور نے فرمایا :تم کہو ''السلام علیکم یا اهلَ دارِ قوم مومنین ''تو اس سے پتہ چلا کہ ان کو سلام کرنے کا جب حکم ہے تو وہ سن رہے ہیں۔ پھر یہ کہ حضور کا ان مردوں کی لاش کے قریب آنا ان کو مخاطب کرنا ''یسر کم اَنّکُم اَطعتُمُ اللہَ ورسولَه ''اس طرح پر خطاب کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور انہیں سے کلام کر رہے ہیں اگر وہ نہیں سن رہے ہیں تو کیوں کلام فرما رہے ہیں۔

فرماتی ہیں حضرت عائشہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ::لا تسمع الموتی الخ ''یقول :کہ اللہ یہ فرمانا چاہتا ہے ،حین تبوؤا مقاعدهم من النار ''کہ جب وہ اپنے جہنم کے ٹھکانے میں پہونچ گیے تو ان کو نہیں سنا سکتے تو یہاں ''سنانے '' سے مطلب سماع قبول ہے۔ایک کان سے سننا اور ایک دل سے سننا جس کو سماع قبول کہتے ہیں ،جیسے ہم لوگ خود اپنے اردو زبان کے عرف میں بولتے ہیں :کیا میری بات نہیں سنتے ''،تو مطلب کیا ہے کہ بات کو مانتے نہیں ہو، قبول نہیں کرتے ہو۔اس طرح پر اس کا معنی ہوتا ہے تو اسی طرح پر یہ کہا :لا تسمع الموتی ''کہ یہ مردہ ہیں ان سے آپ بات قبول نہیں کروا سکتے ہیں اور یہ قبر والے ہیں۔ یہ قبول کر کے کیا فائدہ آٹھائیں گے۔

الحدیث(۲۰):حدثنی عثمان حدثنا عبدة ....عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال وقف النبی ﷺ علی قلیب بدر فقال :هل

وجدتم ماوعدکم ربکم حقاالخ''۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے قلیب بدر پر اور فرمایا: کیاتم نے پایا وہ جس کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا، سچا وعدہ پھر فرمایا اب لوگ سن رہے ہیں میری بات کو تو حضرت عائشہ سے ذکر کیا گیا کہ ابن عمر اس طرح حدیث بیان کر رہے ہیں تو انہوں فرمایا کہ حضور نے تو یہ فرمایا تھا، میں جو کہہ رہا ہوں وہ حق ہے اب ان کو یہ پتہ چل گیا۔ پھر ام المومنین نے یہ آیت پڑھی : بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، یہاں تک کہ پوری آیت پڑھ ڈالی۔

تشریح: عثمان ابن محمد نے کہا ہمیں حدیث سنائی عبدہ نے ہشام سے روایت کر کے وہ اپنے باپ عروہ سے کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے قلیب بدر پر اور فرمایا :ھل وجدتم ماوعد ربکم حقا '' پھر فرمایا: انھم الاٰن یسمعون ما اقول ''اب لوگ سن رہے ہیں میری بات کو تو حضرت عائشہ سے ذکر کیا گیا کہ ابن عمر اس طرح حدیث بیان کر رہے ہیں تو انہوں فرمایا کہ حضور نے تو یہ فرمایا تھا، انھم الاٰن لیعلمون ان الذی کنت اقول لھم ھو الحق ''۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ حق ہے اب ان کو یہ پتہ چل گیا پھر اپنے استدلال میں انہوں نے یہ آیت پڑھی :انک لا تسمع الموتی الآیۃ'' کہ اس سے یہ پتہ چلا کہ ام المومنین حضرت عائشہ اس کو اپنے ظاہر معنی پر محمل کرتی تھیں کہ ''مَوتٰی'' سے مراد کوئی کنایہ نہیں ہے کہ جو مردوں کے جیسے ہیں کہ قلب میں ان کے صلاحیت سماع نہیں ہے۔

﴿بابُ فضلِ مَنْ شھد بدرا﴾

جو آدمی شریک ہوئے بدر میں ان کی فضیلت کا بیان۔

الحدیث(۱)حدثنی عبد اللہ بن محمد ....عن حمید قال سمعت انسا رضی اللہ عنہ یقول:اصیب حارثۃ یوم بدر وھو غلام فجائت امہ الی النبی ﷺ الخ''۔

ترجمہ: انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حارثہ ابن زید شہید ہو گیے جنگ بدر میں وہ اس وقت لڑکے تھے، تو ان کی والدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ کا کیا مرتبہ تھا میرے دل میں تو اگر وہ جنت میں گیے ہیں تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی نیت باندھوں گی اور اگر دوسری کوئی بات ہوئی تو آپ سمجھ سکتے ہیں میں کیا کروں گی تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تو پاگل ہوگئی ہے ، کیا صرف ایک ہی جنت ہے، بہت سی جنتیں ہیں اور تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

تشریح: عبداللہ ابن محمد کہتے ہیں ہمیں حدیث سنائی معاویہ ابن عمرو نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث سنائی ابواسحٰق نے حمید طویل سے روایت کر کے وہ فرماتے ہیں کہ سنا میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے تھے کہ حارثہ ابن زید شہید ہو گیے جنگ بدر میں وہ اس وقت لڑکے تھے یعنی کم عمر نوجوان تھے، یہ حارثہ شہید ہو گیے اور یہ ان میں سے تھے جن کو حضور ﷺ نے اس دن جاسوسی پر مقرر کیا تھا کہ مشرکین کیا کیا چال چلنا چاہتے ہیں، پینترے بدلنا چاہتے ہیں ان کے حالات دیکھ دیکھ کر ہمیں بتاؤ، تو وہ دیکھتے تھے، اسی میں کسی نے آپ کو تیر مار کر کے شہید کر ڈالا، تو جنگ کے بعد ان کی والدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ کا کیا مرتبہ تھا میرے دل میں یعنی میں اس سے کتنا محبت کرتی ہوں یہ آپ کو معلوم ہے، اگر وہ جنت میں گیے ہیں تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی نیت باندھوں گی کہ مجھے بھی صبر کا اللہ ثواب دے اور اگر دوسری کوئی بات ہوئی تو آپ سمجھ سکتے ہیں میں کیا کروں گی، کتنی مصیبت اٹھاؤں گی کہ ایک بیٹا وہ بھی شہید ہو گیا اور جنت بھی نہیں ملی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ویحکِ او ھبلتِ'' کیا تو پاگل ہو گئی ہے ،''او جنة واحدة '' کیا صرف ایک ہی جنت تھی کہ شہیدوں نے قبضہ کر لیا تیرے بیٹے کو جگہ ہی نہیں ملی ،''انھا جنان کثیرة ''بہت سی جنتیں ہیں اور تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ جنگ بدر میں حاضر ہوئے ان کے بڑے مراتب ہیں۔

الحدیث(۲): حدثنی اسحق ابن ابراھیم ....عن علی رضی اللہ عنه قال: بعثنی رسول اللہ ﷺ وابا مرثد والزبیر وکلنا فارس الخ''.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو بھیجا رسول اکرم ﷺ نے اور ابو مرثد اور زبیر بن العوام کو، ہم سب کے سب گھوڑ سواری پر تھے، فرمایا نبی ﷺ نے: تم جلدی جاؤ تا کہ پہونچو روضۂ خاخ پر، تو ایک عورت تمہیں وہاں ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہے، حاطب نے بھیجا ہے مشرکین کے نام تو ہم حضور کے فرمان کے مطابق گیے تو ہم نے پایا کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی اور ہم نے وہیں پایا جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ہم نے کہا خط لا، تو اس نے کہا : میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے، تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھا دیا اب تلاشی لی تو نہیں پایا کوئی خط، تو ہم نے کہا حضور ﷺ نے غلط بات نہیں کہی ہے تو خط نکال یا تجھے ننگا کر دیں۔ تو جب اس نے دیکھ لیا کہ یہ سنجیدگی سے کہہ رہے، تو وہ اپنے کمر پیٹے کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ کمر کسے

ہوئی تھی ایک کمبل ہے تو اسی میں سے نکالا اس خط کو۔ہم وہ خط لے گئے حضورﷺ کی خدمت میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہﷺ! حاطب نے خیانت کی اللہ ورسول ومومنین کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔تو حضورﷺ نے فرمایا: تم کو کس نے برانگیختہ کیا اس کام پر جو تم نے کیا؟ حاطب نے کہا: خدا کی قسم میرے اندر یہ بات تو ہے نہیں کہ میں مسلمان نہ ہوں میں نے مقصد یہ رکھا کہ قوم مشرکین پر میرا احسان ہوجائے جس کی وجہ سے اللہ میرے اہل ومال کی مدافعت کرے اور آپ کے صحابہ مہاجرین میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر وہاں پر اس کے خاندان والے ہیں، وہ لوگ ان کے بال بچے اور مال کی حفاظت کریں گے۔حضور نے جب یہ بات سنی تو کہا: یہ سچ بات کہہ رہے ہیں ان کے بارے میں نہ بولو مگر اچھی بات۔تو حضرت عمر نے عرض کی اللہ ورسول کی خیانت تو کی اور مسلمانوں کی خیانت تو کی، مجھے اجازت دیں گردن اڑادوں، تو حضورﷺ نے فرمایا: کیا یہ بدری صحابی نہیں ہے، اللہ تعالی اہل بدر پر پہلے ہی سے مطلع ہے، اس لیے اس نے فرمایا کہ: جو جی میں آئے کرو، تمہارے لیے جنت واجب کر چکا ہوں میں۔یا یہ فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

تشریح: اسحٰق ابن ابراہیم نے کہا کہ ہمیں خبر دی عبد اللہ ابن ادریس نے انہوں نے فرمایا کہ سنا میں نے حصین ابن عبد الرحمٰن سے وہ سعد ابن عبادہ سے وہ ابوعبد الرحمٰن سلمی سے ابوعبد الرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ کو بھیجا رسول اکرمﷺ نے اور ابومرثد اور زبیر بن العوام کو ہم سب کے سب گھوڑ سواری پر تھے، فرمایا نبیﷺ نے: انطلقوا حتی تاتوا روضة خاخ ''تم جلدی جاؤ تاکہ پہونچو روضۂ خاخ پر، روضۂ خاخ ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ شریف اور مکہ شریف کے درمیان پڑتا ہے، تو ایک عورت تمہیں وہاں ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہے، حاطب نے بھیجا ہے مشرکین کے نام''۔فرماتے ہیں ہم حضور کے فرمان کے مطابق گیے، فادر کناها تسیر علی بعیر لها ''ہم نے پایا کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جارہی تھی اور ہم نے وہیں پایا'' حیث قال ''جہاں پر رسول اللہﷺ نے فرمایا تھا کہ روضۂ خاخ پر ملے گی، وہیں پایا'' فقلنا الکتاب'' ہم کہا خط لا، تو اس نے کہا: ما معنا کتاب'' میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے، ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھادیا اب تلاشی لی تو نہیں پایا کوئی خط، تو ہم نے کہا حضورﷺ نے غلط بات نہیں کہی ہے ''لتخرجن الکتاب اولنجردنک'' تو خط نکال یا تجھے ننگا کردیں۔تو جب اس نے دیکھ لیا کہ یہ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں مذاق نہیں

کر رہے ہیں ،تب اس کو ڈر ہوگیا کہ واقعۃً میرے کپڑے اتار کر کے تلاشی لیں گے تو اب وہ اپنے کمر پیٹے کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ کمر کسے ہوئی تھی ایک کمبل سے تو اسی میں سے نکالا اس خط کو۔

فانطلقنا بها : وہ خط لے کر ہم لوگ گیے ،''بها ''کا مطلب ''بکتابها''۔''بها'' کا مطلب اس عورت کونہیں ۔ہم لے گئے حضورﷺ کی خدمت میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہﷺ !حاطب نے خیانت کی اللہ ورسول ومومنین کی ، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا:مَاحملَکَ علی ما صَنعتَ ''تم کوکس نے برانگیختہ کیا اس کام پر جوتم نے کیا؟ مطلب اس کا یہ ہوا کہ تم نے یہ خط کیوں لکھا ،نیت تمہاری ہمارے راز کو پھیلانے کی تھی یا کوئی اور بات؟ کیوں کہ اس خط میں لکھا تھا کہ حضورﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا پورا انتظام کرلیا ہے اور یہ چند مسلمانوں کو معلوم تھا۔حاطب نے یہ پلان لکھ کر کے بھیج دیا کہ حضورﷺ فتح مکہ کے لیے لمبی فوج لے کر کے آرہے ہیں،تو حضورﷺ نے پوچھا یہ کام تو نے کیوں کیا؟ حاطب نے کہا: خدا کی قسم میرے اندر یہ بات تو ہے نہیں کہ میں مسلمان نہ ہوں ،میں مسلمان ہی ہوں ،میں غیر مسلم نہیں ہوں اور نہ منافق ہوں۔میں نے مقصد یہ رکھا کہ قوم مشرکین پر میرا احسان ہوجائے جس کی وجہ سے اللہ میرے اہل ومال کی مدافعت کرے یعنی میرا مال واہل اور گھر وغیرہ جنگ میں مشرکین تباہ نہ کرڈالیں ۔میں احسان کردوں گا تو وہ خود میرے مال وغیرہ کی حفاظت کریں گے اور آپ کے صحابہ مہاجرین میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر وہاں پر اس کے خاندان والے ہیں،ابوبکر وعمر وغیرہ جوبھی ہیں سب کے کچھ نہ کچھ رشتہ دار موجود ہیں وہاں۔وہ لوگ ان کے بال بچے اور مال کی حفاظت کریں گے جیسے حضرت عباس کی بیوی اور بچے عبداللہ ابن عباس وغیرہ وہیں مکہ میں پڑے تھے ،حضرت عباس مدینہ منورہ میں تھے ،تو آپ کے جتنے مہاجرین صحابہ ہیں ان کے خاندان وہاں پر ہیں۔جن کے ذریعہ سے اللہ دور کرے ان کے مال اور اہل کی طرف سے ،میرا تو کوئی اہل وخاندان وہاں نہیں ،میں باہر سے آکر بس گیا تھا یہ مطلب ہے کیوں کہ دوسری روایت میں یہ موجود ہے۔آگے آرہی ہے فتح مکہ کے بیان میں یہ حدیث ،تو اس میں ہے کہ: میں باہر سے آکر وہاں بس گیا میرا کوئی خاندن والا نہیں ہے تو اس لیے مجھے ضرورت ہے کہ ان لوگوں پر احسان کر دوں ۔حضورﷺ نے جب یہ بات سنی تو کہا:صدق ولا تقولوا له الا خيرا'' یہ سچ بات کہہ رہے ہیں ان کے بارے میں نہ بولو مگر اچھی بات ،یعنی ان کی نیت خراب نہیں تھی نہ یہ منافقت کے چکر میں ہیں نہ قریش

مکہ سے کوئی ساز باز ہے، یہ سب نہیں۔ تو حضرت عمر نے عرض کی اللہ ورسول کی خیانت تو کی اور مسلمانوں کی خیانت تو کی کہ جنگ کا راز کیوں بھیج دیا مجھے اجازت دیں کہ گردن اڑادوں، تو حضورﷺ نے فرمایا: ألیس من اهل بدر "کیا بدری صحابی نہیں ہے، اللہ تعالی اہل بدر پر پہلے ہی سے مطلع ہے، اس لیے اس نے فرمایا کہ :اعملوا ما شئتم "جو جی میں آئے کرو"فقد وجبت لکم الجنة "تمہارے لیے جنت واجب کر چکا ہوں میں۔ یا یہ فرمایا :فقد غفرت لکم "میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

اتنا بڑا دجہ سوائے اہل بدر کے کس کو ملا؟ جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی، یہ سن کر حضرت عمر کی دونوں آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور عرض کی اللہ ورسول زیادہ بہتر جانیں۔

آگے آئے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا اپنے سالے قدامہ ابن مظعون کو بحرین کا گورنر بنا کر ،شکایت کی کسی نے آکر کہ میں نے ان کو دیکھا کہ قے کر رہے تھے تو شراب نکل رہی تھی تو حضرت عمر نے ان کو خط لکھا :ارجع مع اهلک "اپنی بیوی کو لے کر فورا آؤ، پھر آگیے وہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بیوی سے پوچھا کیا یہ شراب پیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں کبھی کبھی پیتے ہیں، پھر ان سے پوچھا شراب پیتے ہو؟ تو کہا کہ ہاں، تو کہا کہ کیوں پیتے ہوں؟ تو کہا کہ میں بدری ہوں یعنی میرے گناہ تو معاف ہیں تو حضرت عمر نے کھڑا کر کے دس کوڑے ان کے اوپر لگوادیے، تو اس پر قدامہ اور ابن مظعون ناراض ہوگیے اور بات چیت بند کردی۔ تو حضرت عمر کو اور غصہ آیا ایک تو غلطی کرتا ہے اور دوسرا اس پر رنگ بھی جماتا ہے، ان کو بھی غصہ رہا ،ناراض بہت ہوگیے۔

ایک ہفتہ کے بعد قدامہ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہﷺ فرماتے ہیں: قدامہ! عمر سے تو اس لیے ناراض ہے کہ اس نے اللہ کی ایک حد قائم کی جا اس سے معافی مانگ اور صلح کر۔ حضرت عمر کے خواب میں اسی وقت تشریف لائے فرمایا: عمر! ارے وہ بدری ہے کیوں اس کو ناراض کر کے رکھتے ہو اس سے صلح کرو۔ تو دونوں کے خواب میں تشریف لائے اور صبح کو دونوں ایک دوسرے کے گھر کی طرف نکل پڑے بیچ راستہ میں ملاقات ہوئی اور صلح ہوگئی۔

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرمﷺ نے جو یہ فرمایا کہ :اللہ نے فرمایا کہ جو جی میں آئے کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کو عذاب اپنے گناہ کا جھیلنا ہی نہیں ہے۔ یہ اہل بدر کی خصوصیات میں ہے۔

□□□

قسط (۶)

ضیائے تفسیر

از: شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ

پیشکش:۔ محمد عارف القادری جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

ثم قست قلوبكم من بعد ذٰلك فهى كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر مه الانهٰر وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون. افتطمعون ان يؤمنوا لكم وقد كان فريق منهم يسمعون كلٰم الله ثم يحرفونه من بعد ماعقلوه وهم يعلمون. واذا لقوا الذين اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلا بعضهم الى بعض قالوا اتحدثونهم بما فتح الله عليكم ليحآجوكم به عند ربكم افلا تعقلون. اولا يعلمون ان الله يعلم ما يسرون وما يعلنون. ومنهم اميون لايعلمون الكتٰب الا امانى وان هم الا يظنون. فويل للذين يكتبون الكتٰب بايديهم ثم يقولون هٰذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت ايديهم وويل لهم مما يكسبون. وقالوا لن تمسنا النار الا اياما معدودة قل اتخذتم عند الله عهدًا فلن يخلف الله عهدهٗ ام تقولون على الله ما لا تعلمون. بلى من كسب سيئة واحاطت به خطيٓئته فاولٰئك اصحٰب النار هم فيها خٰلدون. والذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت اولٰئك اصحٰب الجنة هم فيها خٰلدون. واذ اخذنا ميثاق بنى اسرآءيل لاتعبدون الا الله وبالوالدين احسانا وذى القربٰى واليتٰمى والمسٰكين وقولوا للناس حسنا واقيموا الصلوٰة واٰتوا الزكوٰة ثم توليتم الا قليلا منكم وانتم معرضون. واذ اخذنا ميثاقكم لا تسفكون دمآء كم ولا تخرجون انفسكم من دياركم ثم اقررتم وانتم تشهدون. ثم انتم هٰؤلآء تقتلون انفسكم وتخرجون فريقا منكم من ديارهم تظٰهرون عليهم بالاثم والعدوان وان يأتوكم اسٰرٰى تفٰدوهم وهو محرم عليكم اخراجهم افتؤمنون ببعض الكتٰب وتكفرون ببعض فما جزآء من يفعل ذٰلك منكم الا خزى فى الحيٰوة الدنيا ويوم القيٰمة يردون الى اشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون. اولٰئك الذين اشتروا الحيٰوة الدنيا بالاٰخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون. ولقد اٰتينا موسى الكتٰب وقفينا من بعده بالرسل واٰتينا عيسى ابن مريم البينٰت وايدنٰه بروح القدس افكلما جاء كم رسول بمالا تهوٰى انفسكم استكبرتم ففريقا كذبتم وفريقا تقتلون. وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقليلا ما يؤمنون.

ترجمہ:

پھراس کے بعدتمہارے دل سخت ہوگئے،تو وہ پتھروں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (۱) تو اے مسلمانو! کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے (۲) اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے (۳) اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے (۴) اور جب آپس میں اکیلے ہوں (۵) تو کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کیے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں (۶) کیا تمہیں عقل نہیں کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں (۷) اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں (۸) کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا (۹) یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں (۱۰) تو خرابی ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں (۱۱) تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں سے لکھے سے اور خرابی ان کے لیے اس کمائی سے (۱۲) اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن (۱۳) تم فرمادو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا (۱۴) یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۱۵) ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے (۱۶) اور اس کی خطا اسے گھیرے (۱۷) وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انھیں ہمیشہ اس میں رہنا، اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو (۱۸) اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (۱۹) اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو (۲۰) اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے (۲۱) مگر تم میں کے تھوڑے (۲۲) اور تم روگرداں ہو (۲۳) اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے (۲۴) تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو (۲۵) تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلا کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو (۲۶) اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے (۲۷) اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو (۲۸) اور نہ ان کی مدد کی جائے، اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی (۲۹) اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے (۳۰) اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں (۳۱) اور پاک روح سے اس کی مدد کی (۳۲) تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو (۳۳) تو ان (انبیا) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو (۳۴) اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں (۳۵) بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب (۳۶) تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

تشریح:

(۱) ان آیات ونشانات کو دیکھنے کے بعد بھی بنی اسرائیل کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہوگئے کہ وہ ایمان کے راستہ پر نہ آسکے اور خوف خدا ان کو نرم نہ کرسکا، بعض پتھروں سے نہریں نکلتی ہیں دنیا میں بہت سے دریا اور چشمے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور بعض اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھروں میں بھی ذات احدیّت کا شعور ہے اور وہ خشیت وخوف سے لرز کر گر پڑتے ہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز اپنے طور سے خدا کی تسبیح خواں ہے۔

حدیث شریف میں مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کرتا تھا۔ (شفاص ۲۰۲)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور کے ہمراہ مکہ کے اطراف گیا جو درخت یا پتھر سامنے آیا "السلام علیک یا رسول اللہ" کہتا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۳۱، شفاص ۲۰۲)

کنکریوں نے آپ کے دست مبارک اور صحابہ کے ہاتھوں میں تسبیح کی۔ (شفاص ۲۰۱)

کھجور کا تنا آپ کی جدائی میں رویا۔ (بخاری ص ۱۲۵)

احوال یہود زمانہ رسالت میں:

(۲) یہود بعثت سے قبل مشرکین سے یہ بات کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول تشریف لانے والے ہیں ان پر ایمان لا کر ہم تم کو زیر کرلیں گے، جب انصار کرام مکہ میں حضور کی صحبت سے مشرف بہ اسلام ہوئے تو انھیں خیال گزرا کہ ہم جس رسول پر ایمان لائے اسی کی بشارت تو یہود دیا کرتے تھے اب جب ان کو معلوم ہوگا تو فوراً وہ بھی اسلام لے آئیں گے، لیکن مدینہ آنے کے بعد ان لوگوں کی تبلیغ کا یہود پر کوئی اثر نہ ہوا تو وہ بہت حیران ہوئے ان کی حیرانی کے دفع کے لیے یہ فرمایا گیا۔ (نیساپوری ص ۳۴)

(۳) کلام الٰہی کے بدلنے کے واقعات یہود سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہوئے، ستر افراد آپ کے ساتھ تھے انھوں نے احکام الٰہی سنے، لوٹنے کے بعد کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام دیے ہیں اور آخر میں یہ اضافہ کردیا کہ تمہارا جی چاہے تو عمل کرنا ورنہ نہ کرنا، اسی طرح زمانہ رسالت میں بھی وہ تورات کی تحریف، تبدیل کرتے تھے، حضور کے اوصاف کو بدل دیتے تھے، اور حلال کو حرام، حرام کو حلال کرتے رہتے تھے، تو جو لوگ کلام الٰہی سن لینے کے بعد اس میں تغیر وتبدل کریں ان کے ایمان لانے کا سوال کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔ (طبری ص ۲۷۸، نیساپوری ص ۳۱۱)

یہود کا نفاق:

(۴) یہود کے منافقین کا ایک گروہ جب مسلمانوں سے ملتا تو کہتا تھا کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن صرف عرب کی طرف۔ (طبری)

دوسرا گروہ کہتا کہ تم حق پر ہو اور محمد اللہ کے رسول ہیں جن کی بشارت آئی ہے اور آپ کے اوصاف تورات میں موجود ہیں جب یہ لوگ واپس کفار یہود سے ملتے تو یہود شکایت کرتے کہ تم مسلمانوں کو تورات کی باتیں کیوں بتاتے ہو۔ (خازن ص ۶۱، مدارک)

(۵) یعنی کعب ابن اشرف، کعب بن اسد، وہب بن یہودا وغیرہ رؤساء یہود ملامت کرتے اور کہتے۔ (خازن ۶۱)

(۶) فتح کے معنی کھولنے، فیصلہ کرنے اور نصرت کے ہیں، یعنی جو مضامین خدا نے تمہارے اوپر کھول دیے ہیں وہ مسلمانوں کو نہ بتاؤ "عند ربکم" خدا کے پاس سے مراد

کتاب اللہ سے حجت قائم کرنا ہے یا قیامت کے دن اللہ کے پاس جا کر تم پر حجت قائم کریں گے۔ (مدارک)

(۷) اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کے عقیدہ کا فساد ظاہر فرماتا ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پوشیدہ، علانیہ ہر چیز کو جانتا ہے پھر مسلمانوں کے سامنے اقرار اور پیچھے انکار مفید نہیں۔

یہود کی کتاب اللہ سے جہالت:

(۸) ''اُمیون''، جمع امی کی ہے جس کے معنی ماں کی طرف منسوب ہیں کیوں کہ عرب میں عورتیں تعلیم میں بہت پیچھے تھیں اس لیے بے علم لوگوں کو امی کہا جاتا تھا، کبھی ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف نسبت کے لحاظ سے بھی امی کہا جاتا ہے کہ ان کی اکثریت بھی ناخواندہ تھی، یعنی یہ بے علم اور جاہل ہیں۔ (روح المعانی ص ۳۷ ۱ روغیرہ)

(۹) ''امانی''، جمع امینہ کی ہے، اس کے تین معنی بیان کیے گئے ہیں (۱) جھوٹ، من گھڑت، حضرت ابن عباس مجاہد وغیرہم سے یہی منقول ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (۲) زبانی پڑھنا یعنی حرف زبان سے پڑھ لیتے ہیں لیکن کتاب اللہ کا مطلب نہیں سمجھتے، اور اس کے حدود کو قائم نہیں رکھتے۔ (۳) تمنائیں اور خواہشیں کہ ہم ہی جنت کے مستحق ہیں وغیرہ وغیرہ جن کو علمائے یہود بیان کرتے تھے اور عوام اس پر عقیدہ جمالیتے تھے۔ (طبری ص ۲۸۳)

(۱۰) لیکن یہ جھوٹ اور تمنائیں سب گمان و وہم ہیں قیامت کے دن ان کا باطل ہونا واضح ہو جائے گا۔

علمائے یہود کی مذمت:

(۱۱) علمائے یہود نے اپنی طرف سے غلط مسائل لکھ کر عوام میں کتاب اللہ کے نام سے شائع کیے تھے اور اس کی وجہ سے اپنی ریاست اور سرداری قائم کیے ہوئے تھے، حضور اقدس کی تشریف آوری کے بعد ان کے اپنے نذرانوں، حلوں، مانڈوں کے زائل ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا، اس لیے وہ دین بر حق اور سچے رسول کے خلاف ہو گئے۔ (روح المعانی ۳۰۳)

یہود نے تورات میں تبدیلی کر دی اور جو پسند آیا بڑھا دیا اور جو نہ پسند آیا اسے گھٹا دیا بلکہ حضور کا نام نامی بھی مٹا دیا اور اس (اپنی لکھی ہوئی کتاب) کو کتاب اللہ کہنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبری ۲۸۷)

(۱۲) ''ویل'' کے معنی رسوائی، حسرت، شدت، غم، ہلاک کے آتے ہیں۔ کبھی کبھی ترحم کے لیے بھی آیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے، اس میں جب کافر گرایا جائے گا تو چالیس برس گزرنے کے بعد اس کی تہہ تک پہنچے گا۔

(روح المعانی ۳۰۲، طبری وغیرہ ۲۸۶)

یہاں پر یہ سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

(۱۳) یہود ایک دن حضور کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ ہم تو صرف چند دن جہنم میں رہیں گے اس کے بعد دوسرے لوگ (صحابہ کی طرف اشارہ کر کے) ہماری جگہ آئیں گے اور ہم جنت میں چلے جائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبری ۲۸۹)

یہود کا یہ گمان تھا کہ ہم صرف ان چالیس دنوں کے عوض میں جن میں ہمارے آبا واجداد نے بچھڑے کی پوجا کی چالیس دن جہنم میں رہیں گے، اس غلط اعتقاد کا یہاں پر رد کیا جا رہا ہے۔ (طبری ۲۸۹)

(۱۴) کیوں کہ جھوٹ بڑا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہیں کرتا لہٰذا

اگراس نے تم سے کوئی عہد کیا ہے تو بتاؤ وہ کہاں تحریر ہے۔
(طبری ۲۹۰)

(۱۵) یعنی تم نے صرف ایک باطل بات کہی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے قانون جزاوسزا۔

(۱۶) اکثر سلف صالح اس بات کی طرف گئے ہیں کہ "سیئۃ" سے مراد کفروشرک ہے۔ (طبری ۲۹۱)

(۱۷) گناہوں کو گھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ کفروشرک پر بغیر توبہ کے مرجائے، ابن عباس وغیرہم سے یہی مروی ہے۔ (طبری ۲۹۲)

یعنی وہ شخص کہ جس کی موت کفر پر واقع ہوئی چاروں طرف سے اسے کفر نے گھیرلیا ہے اورراہ نجات بند ہوگئی ہے لیکن گنہگار مومن خواہ کیسا ہی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا نہیں ہوتا، اس لیے کہ ایمان جو تمام طاعتوں میں افضل ہے وہ اس کے پاس موجود ہے "من قال لا اله الا الله دخل الجنة"
(مدارک ۶۲ وخازن)

بنی اسرائیل سے عہدالٰہی:

(۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے وہ عہد تو نہیں کیا کہ ہم بنی اسرائیل کو ضرور جنت میں داخل کریں گے لیکن ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ جو ہماری توحید پر قائم رہے اور شرک، بت پرستی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوگا ہم اسے اپنی نعمتوں سے نوازیں گے، یہ وہی عہد ہے جس کا پہلے "واوفوا بعهدی اوف بعهدکم" میں اشارہ گزرا، اور سورۂ مائدہ میں بھی آئے گا۔ (طبری ۲۹۲)

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے بعد ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا حکم فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ تمام نیکیوں سے والدین کی خدمت مقدم ہے، ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہ کرے جس سے انھیں ایذا ہو اور اپنے مال اور بدن سے ان کی خدمت کرے اور ان کے پاس بوقت ضرورت حاضر رہے۔ (کبیر ۶۰۴)

مسئلہ: ۔والدین کی خدمت کے لیے نوافل چھوڑ دے، والدین کی خدمت نوافل پر مقدم ہے۔ (نووی ۳۱۳)

مسئلہ: ۔واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جاسکتے۔

مسئلہ: ۔والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ ہر قسم کا احسان کرے اور وفات کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے ان کے لیے صدقہ، تلاوت قرآن، ایصال ثواب کرے اور ہفتہ وار ان کی قبروں پر جاتا رہے۔ (نووی ۳۱۳)

مسئلہ: ۔اگر والدین کافر بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ بھلائی کرنا ضروری ہے اور بھلائی یہ بھی ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہایت نرمی اور ملاطفت سے دے اور اگر وہ فاسق و فاجر یا بدعقیدہ ہوں تو ان کو بھی لطف سے سمجھا کر صحیح عقیدہ و عمل کی دعوت دے۔ (خازن ۶۳، کبیر ۶۰۴)

(۲۰) اچھی بات سے مراد نیکی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا ہے، اور خوش اخلاقی اور حلم وعفو ہے۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ حضور کی شان میں سچی بات کہو، ابن عباس فرماتے ہیں کہ لا اله الا الله کی تعلیم عام کرو جس طرح تم مسلمان ہو سب کو دعوت توحید دو۔ (طبری ۲۹۶)

یہود کی عہد شکنی:

(۲۱) اس عہد الٰہی کے بعد کہ تم توحید پر قائم رہوگے اور والدین ورشتہ دار وغیرہم کے ساتھ احسان کروگے تم میں سے اکثر نے یہ عہد توڑ دیا۔

(۲۲) یعنی جو یہود حضرت موسیٰ کی شریعت پر منسوخ ہونے سے قبل قائم رہے اور وہ لوگ جو حضور کی بعثت کے بعد اسلام لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

(۲۳) تم ایسے لوگ ہو کہ جن کی عادت ہی بے وفائی و عہد شکنی ہے۔ (بیضاوی ۱۶۵)

اس میں مسلمانوں کی تسلی ہے کہ اگر یہ حضور پر ایمان نہ لائیں تو کون سی تعجب کی جگہ ہے کہ یہ قوم تو بے وفا اور بدعہد واقع ہی ہوئی ہے۔

دیدہ ودانستہ عہد شکنی:

(۲۴) مدینہ اور اس کے اطراف میں دو قبیلے یہود کے قریظہ اور نضیر تھے اور عرب کے دو قبیلے اوس وخزرج تھے جب اوس وخزرج میں جنگ ہوتی تو قریظہ اور نضیر بھی اپنے اپنے حلیف کی مدد کے لیے میدان میں آجاتے اس جنگ میں ایک دوسرے کے مکان ڈھا دیتے اور وہاں سے لوگوں کو گرفتار کر لیتے یا ان کو نکال دیتے اس کے بعد جنگ ختم ہو جاتی تو تمام یہودی چندہ جمع کر کے ہر دو فریق کے قیدیوں کو چھڑا لیا کرتے تھے جب عرب کے لوگ طعنہ دیتے کہ آخر تم ان کو چھڑاتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہم کو خدا نے چھڑانے کا حکم دیا ہے، تو پھر وہ کہتے کہ آخر پھر تم لڑتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہمارے حلیف ذلیل نہ ہو جائیں اس لیے ہم ان کی مدد کرتے ہیں چوں کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دو فرمانوں میں سے ایک کو مانتے اور دوسرے کو نہیں مانتے، اس لیے قرآن پاک نے ان کی اس بد عملی اور عہد شکنی پر ان کی سرزنش کی ہے۔ (طبری ۲۰۱)

(۲۵) خدا کے بعض احکام کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کفر ہے، اس طرح سے بعض ضروری اعمال کرنا اور بعض نہ کرنا فسق ہے اور یہ قصہ آئندہ آنے والی مسلمان نسل کی عبرت کے لیے ہے کہ ان میں بھی یہی نقائص پیدا نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے، بنی اسرائیل تو چلے گئے اب تم کو ان باتوں سے تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ (طبری ۳۰۲)

(۲۶) یعنی جو لوگ کبھی اس طرح بعض احکام الٰہی کو دیدہ ودانستہ ترک کر دیں وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں مستحق نار۔ دنیا میں ان یہود کو اس طرح رسوا کیا گیا کہ بنی قریظہ ذی الحجہ ۵ھ میں مارے گئے، ان کے چھ سو آدمی قتل کیے گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام، باندی بنا لیا گیا، بنی نضیر ان سے قبل ہی مدینہ سے باہر نکال دیے گئے تھے، عہد شکنی اور حلیفوں کی خاطر احکام الٰہی کی مخالفت کا یہ وبال دنیا میں ہوا۔ (عینی ج ۸/ص ۲۵۳، طبری ۳۰۳)

(۲۷) اس کے مخاطب اگر نافرمان ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو نافرمانی اور بدعملی پر عذاب شدید دے گا اور اگر اس کے مخاطب مسلمان ہیں تو ان کو بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اطاعت اور اعمال حسنہ پر بہترین ثواب بخشے گا۔
(روح البیان ۱۶۳)

(۲۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں کافروں کے عذاب میں کمی نہ ہوگی اور نہ کبھی نجات ملے گی اور یہ عذاب ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوگا، اس لیے کہ اگر عذاب جہنم ختم ہو جائے تو یہ بھی تخفیف ہی ہے۔ (کبیر ۶۱۲)

(۲۹) یہود کا انبیا کے ساتھ سلوک:

اس کتاب سے تورات مراد ہے جس میں تمام عہد مذکور ہیں بالخصوص یہ عہد کہ ہر آنے والے نبی کی تصدیق کی جائے اور ان کی اطاعت وتعظیم ضروری ہے۔

(۳۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان پے در پے رسول آتے رہے جیسے کہ دوسری جگہ "ثم ارسلنا رسلنا" (مومنون ع:۳) میں فرمایا گیا ہے اور یہ رسول چار ہزار تھے، ایک روایت میں ستر ہزار بتایا گیا ہے۔ (روح المعانی ۳۱۶)

(۳۱) ان نشانوں سے وہ باتیں مراد ہیں جو ہر منصف مزاج کو ان کے نبی ہونے کی رہنمائی کرتی ہیں، جیسے مردوں کا زندہ کرنا اور پوشیدہ باتوں کی خبر دینا، اندھوں کو بینائی عطا فرمانا برص والے کو ٹھیک کر دینا۔ (مدارک ۶۴)

عیسیٰ یسوع سے عربی بنایا گیا ہے اور مریم کے معنی خادم کے ہیں۔

(۳۲) پاک رح سے مراد جبریل امین ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے لے کر ان کے آسمان تک اٹھانے تک ہر موقع پر ان کی تائید کرتے رہے اور کفار بنی اسرائیل کو ان کی ایذا سے دور رکھتے تھے، حضور اقدس کے صدقہ آپ کے امتیوں کو بھی یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی تھی کہ ان کی تائید بھی جبریل امین کرتے تھے، حضور نے حضرت حسان کے لیے فرمایا کہ

"اللھم ایدہ بروح القدس". (بخاری ۴۵۶)

"اھج المشرکین فان جبرئیل معک".

(بخاری ۵۹۱)

پاک روح سے مراد وحی الٰہی بھی ہے اس لیے کہ وحی مردہ دلوں کی حیات ہے۔ (طبری)

انجیل چوں کہ وحی الٰہی ہے لہٰذا یہ روح القدس ہے۔

(۳۳) اسم اعظم جس کی برکت سے وہ معجزات دکھاتے تھے۔

(۳۴) القدس کے معنی اللہ کے ہیں جس طرح قدوس اللہ کی صفت کے ہے اسی طرح یہ تو روح القدس کے معنی روح اللہ کے ہوئے۔ (طبری وغیرہ)

(۳۵) یعنی تم نے ہر رسول کی آمد کے بعد تکبر کیا اور اس تکبر کا انجام یہ ہوا کہ تم۔

(۳۶) تکذیب کی مثالیں بے شمار ہیں اور قتل کی مثالیں "یقتلون النبیین" میں گزر چکی ہیں۔ تقتلون میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب بھی حق واضح ہونے کے بعد تم حضور اقدس پر ایمان نہیں لاتے اور قتل کی کوشش میں ہو چنانچہ آپ کو زہر دیا گیا اور چھت پر سے پتھر پھینک کر قتل کرنے کی کوشش بھی کی گئی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ (بیضاوی ۱۶۵)

(۳۷) یہود پر لعنت کا سبب:

اس قول سے استہزا مقصود تھا کہ ہمارے دلوں میں آپ کی تعلیم اثر نہیں کر سکتی یا ہم علم وحکمت کے خزانے اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ہم کو آپ کی تعلیم کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان بے دینوں کا رد فرمایا کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں نہ ان کے دلوں پر پردے ہیں بلکہ ان کے دل بھی اسی طرح فطرت پر پیدا ہوئے ہیں جس طرح اور لوگوں کے دل، اور نہ یہ علم و حکمت کے خزانے اپنے دلوں میں رکھتے ہیں بلکہ (طبری ۳۰۷) اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور سید انبیا کو جان کر بھی ان کی تصدیق کی نعمت سے محروم ہیں۔

(۳۸) اس آیت کے تین معنی بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ بہت تھوڑے سے مثل عبد اللہ بن سلام وغیرہم کے ایمان لاتے ہیں اور اکثر اس نعمت سے محروم ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "فلا یؤمنون الا قلیلا". (نساء) حضرت مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اختیار کیا ہے۔

(۳۹) تھوڑی سی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، اور اکثر باتوں سے انکار کر دیتے ہیں جیسے "افتؤمنون" الآیۃ میں گزرا۔

یہ بالکل ایمان سے محروم ہیں اس لیے کہ قلیلا کا لفظ نفی کے لیے آتا ہے یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔

(کبیر ۶۱۶، طبری ۳۰۸)

□□□

شرعی مسائل

دارالافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ

مسئلہ:

مردے کے لیے ایک ختم جس میں گیارہ افراد شامل ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، جس میں ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر کلمہ طیبہ کبھی ۷۰ر ہزار کبھی ۷۵ر ہزار اور کبھی ایک لاکھ بار پڑھ کر مردے کی روح وایصال کیا جاتا ہے، اس ختم کو ختم انبیا کے نام سے موسو کیا جاتا ہے، کلمۂ توحید ہی پڑھا جاتا ہے اور کبھی کبھی پورا کلمہ، تحریر فرمائیں کہ احسن طریقہ کیا ہے، نیز یہ ختم کس نے پڑھا اور کس کے لیے پڑھا؟ کیا صرف کلمہ پہلا جزء یعنی کلمہ توحید ہی کافی ہے یا پورا کلمہ توحید ورسالت پڑھنا چاہیے؟ چوں کہ اکثر ۹۹ر بار کلمہ توحید پڑھ کر سوویں بار کلمہ رسالت پڑھ لیا جاتا ہے، جب پڑھنے والوں سے دریافت کیا جاتا ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ اگر کلمہ توحید ورسالت سالم پڑھا جائے تو وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور ہر بار درود شریف بھی پڑھنا واجب ہوجاتا ہے، اس لیے ۹۹ر بار توحید اور آخر میں رسالت مع درود شریف پڑھ لینے سے کام ہوجاتا ہے، میری سمجھ میں نہ آرہا ہے، اگر ۷۵ر ہزار کلمات پورے بوجہ کمی افراد نہ پڑھے جاسکیں تو کیا کم مقدار کا ایصال بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس ختم کو شروع کرتے وقت کون سی استغفار کون سا درود اور آخر میں کیا پڑھنا چاہیے؟ علاوہ سگریٹ، بیڑی، پان کھانے والے حضرات بھی اس میں شرکت کے مجاز ہیں یا نہیں؟ نیز جس متوفی کے بارہ میں ایسی شہادت نہ ہو کہ اس نے کبھی نماز پڑھی تھی اس کو بھی اس طرح ایصال کیا جاسکتا ہے؟ تفصیلاً تحریر فرمائیں۔

محمد اسحاق ایڈوکیٹ

الجواب

حضرت ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا میں سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ سے نقل کیا، انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ پڑھے یا جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہوجائے گی، میں نے لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھا تھا مگر کسی کے لیے نیت نہیں کی تھی میں ایک دعوت میں گیا دعوت کے شرکاء میں ایک جوان بھی تھے جن کے کشف کا بہت شہرہ تھا یکا یک وہ رونے لگے میں نے وجہ پوچھی تو کہا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں میں نے اپنا پڑھا ہوا اس کی ماں کو بخش دیا اس کے

بعدوہ ہنسنے لگے، میں نے وجہ پوچھی تو بتائے کہ میری ماں سے عذاب اٹھ گیا، میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف سے جانا اور اس کے کشف کے صحت کو اس حدیث سے جانا، اس حدیث کی بنا پر اگر کوئی شخص ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اسے بخش دیا جائے گا، اسی طرح اگر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بخش دیا جائے تو اس کی بھی مغفرت ہو جائے اسی کے مطابق مسلمانوں میں رواج عام ہے کہ رسوم کے دن ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں، حدیث میں اگر چہ صرف لا الہ الا اللہ ہے مگر مراد پورا کلمہ طیبہ ہے مع محمد رسول اللہ کے۔ اس لیے کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا نام ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

"من قال لا اله الا الله دخل الجنة".

درود شریف پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے، ہر بار نام نامی کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب نہیں مستحب ہے۔

صحیح یہ ہے کہ جب جب آیۃ کریمہ:

"یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً"

پڑھی جائے یا سنی جائے سوائے تلاوت اور نماز اور خطبے کے تو درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور اوقات میں واجب نہیں مستحب ہے۔

کلمہ طیبہ کی تعداد ستر ہزار سے کم نہیں ہونی چاہیے ورنہ یہ ثواب مرتب نہ ہوگا، زیادہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بالقصد کچھ زیادہ پڑھا جائے ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کی گنتی میں کمی رہ گئی ہو وغیرہ وغیرہ۔

بریلی شریف وغیرہ میں سوا لاکھ بار پڑھتے ہیں، ۱۱ر آدمیوں کی تعداد ضروری نہیں، اس سے کم افراد بھی پڑھ سکتے ہیں حتی کہ ایک شخص پڑھ سکتا ہے، جیسا کہ ابھی حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل گزرا، اول و آخر درود شریف پڑھ لیا جائے تو اور بہتر ہے اس لیے کہ درود شریف کا مقبول ہونا یقینی ہے، حتی کہ بعض عرفا نے لکھا ہے کہ اگر درود شریف کوئی ریا کاری سے پڑھے تو بھی مقبول ہے، اللہ عزوجل کے رحم وکرم سے بعید ہے کہ اول و آخر قبول فرمائے اور بیچ کا چھوڑ دے، درود کے کسی صیغے کی تعیین نہیں جو صیغہ چاہے پڑھے، سب سے افضل وہ درود شریف ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے مگر سو بار اس کا پڑھنا لوگوں پر شاق ہوگا، میرا تجربہ ہے کہ درود کے صیغوں میں سب سے موثر درود رضویہ ہے:

"صلی الله علی النبی الامی واٰله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلاة وسلاما علیک یا رسول الله".

ابتدا میں استغفار پڑھ لینا بہتر ہے نہ پڑھیں تو بھی کوئی حرج نہیں اور یہ عمل ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے پڑھا جا سکتا ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، صالح ہو یا فاسق، ہمیں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا حکم ہے۔

حدیث میں ہے:

"الدین نصیحة لکل مسلم". (ترمذی ج ۲ر باب ماجاء فی النصیحة، ص ۱۴)

جب اس عمل کی اصل حدیث میں ہے تو اب یہ تفتیش بے فائدہ ہے کہ یہ کب سے رائج ہوا۔

سگریٹ، بیڑی، پان کھانے والوں کے منہ میں اگر بو ہو تو اسے کسی بھی ذکر کے پڑھنے کی اجازت نہیں، یوں ہی اگر منہ میں پان موجود ہے تو بھی کسی ذکر کی اجازت نہیں، منہ اچھی طرح صاف کرلے کہ منہ میں بدبو نہ رہے تو یہ عمل پڑھ سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

مسئولہ، محلّہ جام پوسٹ رسڑا ضلع مئو

مسئلہ:

جس پر غسل فرض ہے کیا اس کی زبان نجس ہے، کیا وہ اللہ کہہ سکتا ہے اور کیا سلام کا جواب دے سکتا ہے؟

الجواب

جس پر غسل فرض ہے نہ وہ شخص نجس ہے نہ اس کی زبان، حدیث میں ہے:

المؤمن لا ینجس".

حالت جنابت میں قرآن شریف پڑھنے اور مسجد میں داخل ہونے اور قرآن مجید چھونے کی ممانعت ہے، قرآن مجید پڑھنے کے سوا دیگر اذکار کی اجازت ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ کلی کرلے، جنب سلام کرسکتا ہے، سلام کا جواب دے سکتا ہے، جنب کے لیے اللہ کہنا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

مسئولہ، مدرسہ ہاشمیہ درگاہ حضرت ہاشمی پیر کرناٹک

مسئلہ:

(۱) زید مولوی اشرفعلی تھانوی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھتا اور کہتا ہے جب کہ اشرفعلی تھانوی کا کفر ثابت ہے کہ یہ گستاخ رسول ہے، اس صورت میں زید پر شرعی حکم کیا عائد ہوتا ہے اور زید کی اتباع کرنا کیسا ہے؟۔

(۲) اگر کوئی سید گستاخ رسول ہو جائے تو کیا وہ نسبت سیادت سے خارج ہو جاتا ہے پھر اگر توبہ کرلے تو دوبارہ نسبت سیادت کا حامل بن جائے گا؟۔

(۳) زید کہتا ہے کہ پہلے ہم مسلمان ہیں اس کے بعد سنی، شیعہ، اہل حدیث، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ بالا جملہ از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟۔

(۴) اس میں کہ ہندوستان میں بینک کا انٹریسٹ لینا جائز ہے کہ نہیں؟ جائز ہو تو فقہ کی معتبر کتابوں سے حوالہ دیا جائے۔

الجواب

اشرفعلی تھانوی ودیگر اکابر دیوبند شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے باجماع امت مسلمہ وعلماء حرمین شریفین کافر و مرتد ہیں۔ درمختار میں ہے:

"من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر".

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

(۱) صورت مذکورہ میں زید گمراہ بد دین، وہابی نجدی ہے اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکم کفر ہے، زید کی اتباع کرنا ناجائز وحرام ہے، کہ حدیث میں ہے:

"ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم".

(فتاویٰ رضویہ ج۹ رص ۹۳۷)

مرتد کے پاس بیٹھنا اور اس سے میل جول رکھنا مومن۔

کے حق میں زہر ہے اور ہرگز جائز نہیں، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جبکہ زید تھانوی کی حفظ الایمان کی کفری عبارت پر مطلع ہو لیکن اگر وہ اس عبارت پر مطلع نہیں تو اس کا یہ حکم نہیں، اسے حفظ الایمان ص ۸ر کی یہ عبارت دکھائی جائے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل علوم غیبیہ ہیں یا بعض اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب ہر زید، عمرو، بکر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جملہ حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے''۔

زید کو عبارت دکھا کر اسے زیادہ سے زیادہ تین دن کا موقع دیا جائے اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ اب تھانوی کو کافر کہے تو سنی ہے اور اگر کافر نہ کہے تو اس کا حکم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید کا یہ قول کہ پہلے ہم مسلمان ہیں ٹھیک ہے بشرطیکہ اس سے مراد اہل سنت و جماعت جانتا مانتا ہو جو اللہ و رسول و سواد اعظم پر قائم و دائم ہے، مگر شیعہ، اہل حدیث کا لفظ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے:

''کل مولود یولد علی (الفطرة) الملة فابواه یهودانه وینصرانه ویشرکانه قیل یا رسول الله فمن هلک قبل ذلک قال الله اعلم بما کانوا عاملین به''. (ترمذی کتاب القدر ج ۲ / باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرة ص ۳۶)

(ترجمہ:۔ ہر اولاد ملت اسلام پر تولد ہوتی ہے پھر اس کے ماں و باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں یا اس کو نصرانی بنا لیتے ہیں یا اس کو مشرک بنا لیتے ہیں)

زید کا یہ جملہ یا تو اس کی جہالت کا نتیجہ ہے یا گمراہی کا، شیعہ اور غیر مقلد اپنے کفری عقائد کی وجہ سے مسلمان نہیں اس لیے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ یا غیر مقلد ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو صحیح العقیدہ مسلمان ہوگا اسے سنی ہونا لازم ہے، جو شخص یہ کہے کہ ہم مسلمان ہیں مگر سنی نہیں تو حقیقت میں مسلمان نہیں گمراہ ہے یا مرتد ہے، زید پر اس جملہ سے توبہ فرض ہے، اس کو کہنا فرض ہے کہ ہم مسلمان سنی ہیں، شیعہ، غیر مقلد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) یہاں کی حکومت اور غیر مسلموں کے بینکوں سے جوائنٹ ریسٹ (نفع، فائدہ) جو زائد رقم ملتی ہے، وہ سود نہیں، اس کا لینا جائز اور مال مباح ہے جو مالک کی رضا سے ملتا ہے۔

حدیث میں ہے:

''لاربوا بین اهل الحرب اظنه قال واهل الاسلام''.

ہدایہ آخرین باب الربوا ص ۸۶ میں ہے:

''لان مالهم مباح فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر''.

ان کا مال مال مباح ہے، لینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

مسئولہ محمد اکبر علی اشرفی
وجملہ اہل رائن شریف ضلع کھگڑیاں بہار

مسئلہ:

زید بحالت نشہ بموجودگی دو گواہان (ایک مرد ایک عورت) اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دے دیا ہے، اور زید اس بات کا انتظار کر رہا ہے۔

صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اور زید دوبارہ اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے، اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

زید کا اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دینا اگر چہ حالت نشہ میں ہو جب بھی واقع ہو جائے گی۔

ہدایہ جلد ۲/کتاب الطلاق ص ۳۳۸/میں ہے:

"وطلاق السکران واقع".

ایسی کی اب بے حلالہ نکاح درست نہیں، حلالہ کی صورت (بہار شریعت حصہ ۸/ص ۶۹) یہ ہے کہ عورت اس طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کرے اب شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے، لیکن یہاں شوہر (زید) طلاق سے انکار کرتا ہے اور گواہ ایک مرد اور ایک ایک عورت ہے جو بقدر نصاب نہیں کم از کم ایک مرد اور دو عورتیں ہونی ضروری ہیں، پھر بھی معلوم نہیں یہ دونوں عادل وثقہ متدین ہیں یا نہیں ایسی صورت میں شوہر (زید) سے حلف لیا جائے، اگر شوہر بحلف طلاق دینے سے انکار کرے تو حکم یہی ہوگا یہ طلاق ثابت نہیں یہ عورت (ہندہ) اس کی زوجہ ہے اور اگر اس پر حلف نہ اٹھائے حلف اٹھانے سے انکار کرے تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی، تفریق کے بعد عورت عدت طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

□□□

میں رسول اللہ کا حکم ٹال نہیں سکتا

جنگ موتہ ۸ھ کے شہداء کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے کچھ دن قبل اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں ایک مہم روانہ فرمائی تھی۔ اس فوج میں بڑے بڑے آزمودہ کار اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شامل تھے۔

ابھی یہ لشکر روانہ ہوا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور عرب بھر میں فتنہ وفساد اور بغاوت کی ہوائیں تیزی سے چلنے لگیں، اس صورت حال کے پیش نظر بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے تھی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو مرکز اسلام کی حفاظت کے لیے روک لیا جائے کیوں کہ ایسے ناساز گار حالات میں فوج کو مرکز خلافت سے دور بھیج دینا اور مدینہ کو خالی چھوڑ دینا قرین دانش نہیں۔

علاوہ ازیں اس مہم سے پہلے دوسرے اہم معاملات کا نپٹانا مثلاً مرتدین کی سرکوبی وغیرہ ضروری ہے، لیکن جو کچھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگاہ دور بین کام کررہی تھی اس کا کسی کو اندازہ نہ تھا انھوں نے شدت سے اس رائے کی مخالفت فرمائی تھی اور کہا: واللہ! اگر مدینے میں سناٹا چھا جائے اور وحشی درندے آکر میری ٹانگیں نوچ لیں تب بھی میں اُس مہم کو نہیں روک سکتا جس کی روانگی کا حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں۔ چنانچہ یہ مہم منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئی اور سوا مہینے کے بعد فتحیاب ہو کر واپس لوٹی۔

عرب میں اس کا بڑا اثر ہوا اور دشمنان اسلام نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں کے پاس اس قدر طاقت موجود ہے کہ وہ اتنی دور تک جہاد وقتال کے لیے لشکر بھیج رہے ہیں۔

□□□

اصول اسلام جدید سائنس کی روشنی میں

محمد ذیشان احمد

خدائے لم یزل نے سید المرسلین پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی آخری کتاب قرآن حکیم نازل کی اور حکمت یعنی قرآن وحدیث سکھائی اور ساری دنیا کے انسانوں کی مادی وروحانی زندگی کے لیے قرآن وسنت کو دستور عمل اور ضابطۂ حیات بنایا۔ارشاد ربانی ہے:

"کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة مالم تکونوا تعلمون". (البقرة: ۱۵۱)

ترجمہ:۔ جیسا ہم نے تمہارے درمیان خود تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیت پڑھ کر سناتا ہے، اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ علم سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور حیات طیبہ کو ساری کائنات انسانی کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن کان یرجوا اللہ والیوم الأخر".

(الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ:۔ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں ایک نمونۂ تقلید ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو۔

حلت وحرمت:۔ جائز وناجائز سے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام وامر کے امتثال کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب". (الحشر: ۷)

ترجمہ:۔ جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جن سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(۱) طہارت

حدیث: "عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الطھارة شطر الایمان". (صحیح مسلم ج ۱ / ص ۱۱۸)

ترجمہ:۔ حضرت ابو مالک اشعری سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا طہارت ایمان کا جز ہے۔

طہارت اور جدید سائنس:۔ اسلام کا نظام طہارت اتنا واضح اور پاک ہے اس میں دنیا کے انسانوں کے لیے دعوت عمل ہے۔

ایک مستشرق ڈاکٹر جانٹ ملن کا کہنا ہے کہ: "اسلام

پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے، تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی اور صفائی کا باب پورا کرتے ہیں''۔

اسلام کی جملہ تعلیمات کا آغاز طہارت سے ہوتا ہے، اسی لیے میں نے طہارت کو مقدم کیا اور حفظان صحت کے سائنسی اصولوں کا پہلا قدم اور پہلا اصول بھی طہارت ہے، اسلامی تعلیمات میں طہارت کا باب ان مقامات سے شروع ہوتا ہے جہاں سے فضلات خارج ہوتے ہیں، یہ طہارت کا پہلا اسلامی اصول ہے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر طہارت کا کوئی تصور مکمل نہیں ہوتا۔

طبی نقطۂ نگاہ سے ایک صحت مند جسم اور تندرست بدن کے لیے طہارت و صفائی انتہائی ضروری چیز ہے، طہارت کے بغیر صحت کا تصور فضول ہے، آج طبی دنیا حفظان صحت کے لیے صفائی پر زور دیتی ہے مگر اسلام بہت پہلی ہی صفائی کو ایمان کا جز قرار دے کر حفظان صحت کا انتظام فرمادیا، اسلام علاج سے زیادہ حفظان صحت اور احتیاطی تدابیر کی تاکید کرتا ہے، طب جدید طہارت کی ترغیب دیتا ہے مگر آج عالم مغرب جسے اپنے سائنسی کمالات پر ناز ہے، طہارت سے بیزار نظر آتا ہے اور پانی سے طہارت کے بجائے فضلات کی صفائی کاغذ سے کرتا ہے، خود سائنس بھی جس کے استعمال کو مضر اور بیماریوں کا باعث بناتی ہے۔

وضو:

حدیث: ''عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من توضاء فاحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره''.

ترجمہ:۔ حضرت عثمان سے مروی ہے، انھوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا، اچھا وضو اس کے جسم کے سارے گناہ خارج ہو جائیں گے حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی خطایا دھل جائیں گے۔

وضو اور جدید سائنس:

(۱) ہاتھ دھونا:۔ دوران وضو سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، کیوں کہ ہاتھ کے بعد کلی کرنی ہے اور اگر ہاتھ ناصاف اور جراثیم آلودہ ہوں گے تو ہی جراثیم منہ کے راستے جسم میں متعدد امراض کا باعث بن جائیں گے۔

الغرض جب ہم وضو کے لیے ہاتھوں کو دھلتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنالیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر گردش کرنے والا برقی نظام تیز ہوجاتا ہے، اور برق رو جس کے ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے اور اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہوجاتے ہیں، صحیح طریقہ پر وضو کرنے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہوجاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کینوس پر منتقل کرنے کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔

(۲) کلی کرنا:۔ ہم ہوا میں بے شمار مہلک امراض کے جراثیموں کو نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ جراثیم ہمارے منہ میں ہوا کے راستے جاتے رہتے ہیں اور لعاب کی وجہ سے چپک جاتے ہیں، اگر ان کو صاف نہ کیا جائے تو وہ مندرجہ ذیل امراض کا باعث بنتے ہیں:

(۱) ایڈز (AIDS) (۲) منہ کے کناروں کا پھٹنا (۳) ہونٹوں اور منہ کے دادوقوبا (۴) منہ میں چھالے وغیرہ پڑنا۔

الغرض کلی ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان ایسے امراض سے بچ جاتا ہے جس مرض میں انسان نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا، مزید یہ کہ کلی ساتھ غرارہ ہے، جس سے نمازی ٹانسلز اور گلے کے بے شمار امراض سے بچا دیتا ہے، حتی کہ گلے میں بار بار پانی کا پہنچانا آدمی کو گلے کے کینسر سے بچاتا ہے۔

(۳) ناک میں پانی ڈالنا:۔ ناک سانس لینے کا واحد راستہ ہے اور جس ہوا میں سانس لیتے ہیں اس کے اندر بیشمار امراض پھلتے پھولتے رہتے ہیں اور ناک کے راستے انسانی جسم میں بآسانی گزر جاتے ہیں، اب اگر یہی جراثیم دھول، گرد و غبار جو ہر وقت ہماری سانس کے ذریعہ ناک میں پہنچتی رہتی ہیں، صبح سے شام تک پہنچتی رہتی ہیں تو خطرناک امراض پھیلنے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں حتی کہ دائمی نزلہ اور ناک کے زخم کے مریضوں کے لیے ناک کا غسل بہت مفید اور محبوب ہے، ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو بڑا دخل ہے، پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف مرطوب گرم اور موزون بناتی ہیں، ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعہ داخل ہوتی ہے۔

(۴) چہرہ دھونا:۔ ایک مریض کا چہرہ ہر وقت گرم رہتا تھا، ٹھنڈی دوائیں ہر قسم کی انٹ الرجی ادویات استعمال کی لیکن افاقہ نہیں ہوا، اس کو نماز پڑھنے اور ہر نماز کے بعد نیا وضو کی تاکید کی گئی اور درود شریف پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر منہ پر پھیرنے کو کہا گیا، مریض حیرت انگیز طریقے سے جلد تندرست ہو گیا، چہرے کا دھونا بے شمار امراض سے محفوظ رکھتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) چہرے کی الرجی کے مریض کو اگر چہرے کو وضو کے وقت اچھی طرح دھوئیں تو الرجی کے نقصانات کم ہو جاتے ہیں، محکمہ ماحولیات کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ الرجی سے بچنے کے لیے چہرے کو بار بار دھویا جائے اور ایسا صرف وضو کے ذریعہ ممکن ہے۔

(۲) بھوں میں پانی کا رکنا:۔ وضو کرنے کے بعد بھویں پانی سے تر ہو جاتی ہیں، میڈیکل کے اصول کے مطابق اگر بھوؤں میں نمی رہتی ہے تو آنکھوں کی ایک ایسی خطرناک مرض سے انسان بچ جاتا ہے جس کے اندر رطوبت زجاجیہ کم یا ختم ہو جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۵) کہنیوں تک ہاتھ دھونا:۔ جسم کا یہ حصہ ہمیشہ ڈھکا رہتا ہے، اگر اس حصے کو پانی اور ہوا نہ لگے تو بے شمار دماغی اور اعصابی امراض پیدا ہوتے ہیں، کہنی پر تین قسم کی رگیں ہوتی ہیں، جن کا تعلق بالواسطہ دل و دماغ اور جگر سے ہے، جب ہم کہنی تک دھوئیں گے تو مذکورہ بالا تینوں اعضا کو تقویت پہنچے گی اور امراض و علل سے محفوظ رہیں گے۔

(۶) مسح کرنا:۔ ایک فرانس کا سرجن لکھتا ہے جو (Mental) دماغی امراض کے ہسپتال میں کام کرتا تھا، سرجن کہتا ہے کہ لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں، پھر کہنے لگا کہ میری تحقیق یہ ہے کہ انسان کے دماغ سے سگنل پورے جسم میں جاتے ہیں اور ہمارے جسم کے اعضا کام کرتے ہیں اور ہمارا دماغ ہر وقت (Fluid) کے اندر (Fluid) کر رہا ہے، اس لیے ہم بھاگتے ہیں کودتے ہیں، دوڑتے ہیں پھرتے ہیں اور دماغ کو کچھ نہیں ہوتا، اگر وہ (Rigid) چیز ہوتی تو اب تک ٹوٹ چکی ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر (FLUID) رکھا ہے، اس دماغ سے چند باریک رگیں

(Conduclai) بن کر آرہی ہے اور رگیں ہماری گردن کی پشت سے پورے جسم کو جاتی ہے۔ سرجن مزید کہتا ہے: میں نے گو تحقیق کی ہے اگر بال بہت بڑھا دیے جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان رگوں کے اندر کئی دفعہ (Condensstlon) خشکی پیدا ہوجاتی ہے اور انسان کے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے، جگہ (یعنی مسح والی جگہ کو) دن میں دو چار بار ضرور تر رکھا جائے۔

(۷) پاؤں کا دھونا:۔ ایک سرجن کا شوگر (Diabales) کے مریضوں سے کہنا ہے کہ آپ جس طرح اپنے چہرے کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح پاؤں کی حفاظت کریں، کیوں کہ شوگر کے مریضوں کو پاؤں کی انفیکشن (Infection) زیادہ ہوتی ہے، اب اگر مریض بند جوتا استعمال کرتا ہے اور صرف صبح وشام جوتا کھولتا ہے تو اگر یورپ کے ترقی یافتہ لوگ کئی کئی دنوں تک جوتا نہیں کھولتے بلکہ رات کو جوتوں سمیت سو جاتے ہیں، ایسے لوگ بہت جلد پاؤں کے امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں، سب سے زیادہ دھول مٹی اور جراثیم سے ہمارے پاؤں آلودہ ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو انفیکشن شروع ہوتا ہے وہ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان شروع ہوتا ہے، اب اسلام نے دن میں پانچ دفعہ پاؤں دھونے اور انگلیوں کے خلال کا حکم دیا ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی جرثومہ اٹکا نہ رہ جائے، پاؤں کو دھونے کی وجہ سے بے شمار امراض کا خاتمہ بھی ہوجاتا ہے، مثلاً ڈپریشن (Depretion) بے چینی، بے سکونی، دماغی خشکی اور نیند کی کمی جیسے مہلک امراض ختم ہوجاتے ہیں۔

وضو اور ہائی بلڈ پریشر

شرعی حکم ہے کہ جب غصہ ہو تو وضو کرلو، طبی حکم ہے کہ جب بلڈ پریشر ہو تو وضو کرلو، اب دونوں احکامات اور علامات کو ملائیں تو تحقیق کی نئی راہ کھلتی ہے، غصے میں بلڈ پریشر ہائی ہوجاتا ہے اور دل کے مریض کا جب بلڈ پریشر ہائی ہوتا ہے تو ان دونوں امراض کا علاج وضو ہوتا ہے۔

وضو کا بچا ہوا پانی

کتب احادیث میں لکھا ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا شفا ہے، اس کو ڈاکٹر فاروق احمد نے اپنی ریسرچ میں بیان کیا جو وضو کا بچا ہوا پانی پیئے گا تو اس کا اثر مندرجہ اعضا پر پڑتا ہے:

(۱) ناجائز شہوت کو ختم کرنے کے لیے میرا آزمودہ ہے۔

(۲) قطرات بعد از پیشاب کی مرض کے لیے شفا کا ذریعہ ہے۔

(۳) جگر معدے اور مثانے کی گرمی اور خشکی کو دور کرتا ہے۔

نکتہ:۔ سنت سائنس کی محتاج نہیں، کیوں کہ عقل انسانی فانی ہے، حکم الٰہی ابدی ذہن میں یہ بات پختہ ہو کہ سنت پر اس لیے عمل نہیں کررہا ہوں کہ اس کا سائنسی یا دینوی فائدہ ہے، صرف اور صرف آقا کی سنت ہے بس۔

ایک ڈاکٹر کی ساری عمر ایک مستحب عمل پر ختم ہوگی تو پھر سنت واجب اور فرض کی کیا حیثیت ہوگی اور ان کے فوائد احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

(حوالہ جات)

اسلام اور جدید سائنس۔ (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

احادیث نبویہ کا سائنسی تجزیہ۔ (مولانا نعیم الاسلام قادری)

سنت نبوی اور جدید سائنس۔ (حکیم محمد طارق محمود چغتائی)

□□□

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت

اوران کے....اہم کارنامے

محمد ریاض احمد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

<u>ہندوستان:</u>

ہندوستان ایک عظیم اور تاریخی ملک ہے، جس کی قدر و منزلت تمام ممالک کے بیان وکلام سے آشکار ہے اور اس کی تعریف وتوصیف کا ترانہ اقوام عالم کی زبان پر جاری وساری ہے، کیوں کہ یہی ایک ایسا واحد اور منفرد ملک ہے جس کی سرزمین میں مختلف مذاہب وملت کے ماننے والے بستے ہیں اوراپنی آزادانہ افکاروخیالات سے شب وروز گزارنے کا حق حاصل کیے ہوئے ہیں اور مکمل طور پر اطمینان وسکون کے ساتھ اول زیست سے اختتام زیست تک لطف اندوز ہونے کا شرف حاصل کرنے میں دوسرے ممالک کے لوگوں سے کہیں زیادہ خوش حال نظر آتے ہیں، اور یہ بات ہر خاص و عام پر روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے، بلفظ دیگر یہ بات کہنی بھی ضروری ہے کہ یہی وہ ملک ہے جو اخوت ومحبت کا درس دینے میں دوسرے ممالک سے بے نظیر ہے اور حسن و خوبصورتی وتہذیب وتمدن کا حسین سنگم خود میں سموئے ہوئے ہے، اسی وجہ سے ہمارا ملک ہندوستان دیگر ممالک سے منفرد اور جداگانہ طور پر مشہور ومعروف ہے، کیوں کہ اس کا گوشہ گوشہ اخوت ومحبت، الفت وعقیدت اور بھائی چارگی کی چاشنی سے لبریز ہے، اسی لیے اس کی خوبصورتی اور ترقی کو دیکھ کر ہمارے اگلوں نے اس ملک کو سونے کی چڑیا ہونے کا خطاب عنایت کیا۔

بالجملہ جب ہم ان سب باتوں کی معرفت کے قائل ہیں تو اس بات سے بھی انحراف نہیں کرسکتے کہ اس ملک کی ترقی اور کامیابی میں مغلیہ سلطنت کا اہم ترین کردار رہا ہے، جیسا کہ تاریخ کے حوالے سے ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے۔

اس لیے ہمیں مغلیہ سلطنت کی تاریخی باتوں کا جائزہ لینا چاہیے اور بخوبی ان کی ہمارے ملک ہندوستان میں آمد، تخت نشینی اور کارہائے نمایاں پردلجمعی کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے، کیوں کہ جب تک ہم مغلیہ سلطنت کے اہم پہلوؤں پر غور نہیں کریں گے اور دقیق نظری سے کام نہیں لیں گے اس وقت تک مغلیہ سلطنت کے شہنشاہوں کے ان عظیم کارہائے نمایاں کی معرفت ہمیں قطعی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی، جنھوں نے ہمارے ملک ہندوستان کی خوبصورتی میں چار چاند لگانے

کا خط امتیاز کھینچا ہے، اس لیے ہم مغلیہ سلطنت کے شہنشاہوں اور ان کے عظیم کارہائے نمایاں کو اپنے ناقص مطالعہ کے باوجود صفحۂ قرطاس پر بکھیرنے کی سعی پیہم کرتے ہیں جو کہ نذر ناظرین ہے:

ملاحظہ فرمائیں! ہمایوں جب ہندوستان سے ایران پہنچا تو شاہ ایران نے اس کی بڑی دلدہی کی، ہمایوں کچھ دنوں وہاں رہا، ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ء میں وہ ایران سے چودہ ہزار فوج لے کر قندھار پہنچا اور بدخشاں، کابل اور سپستاں کے قبضہ میں دس برس گزر گئے، آخر ۹۶۲ھ، ۱۵۵۴ء میں جب سب بھائیوں کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو پندرہ ہزار سوار سے لاہور فتح کیا اور سرہند کے پاس خود سکندر کو شکست دی، اب ہمایوں دہلی اور آگرہ کا مالک بن گیا، لیکن سکندر سور دوبارہ جنگی تیاری میں مصروف تھا، اس لیے اکبر کو اس کے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب سے سکندر سور کو نکالنے کے لیے بھیجا، اکبر اس ادھیڑ بن میں تھا کہ ۹۶۳ھ، ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے دہلی میں وفات پائی۔

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی:

اکبر اس وقت تیرہ برس نو مہینے کا تھا، مغلوں نے کلانور کے مقام میں اس کے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھ دیا، جلال الدین اس کا شاہی لقب ہوا، بیرم خاں جو عام طور پر خانخاناں کے لقب سے مشہور ہے، وہ اس نوجوان بادشاہ کا سپہ سالار اور اتالیق مقرر ہوا، اکبر کلانور ہی میں تھا کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد آگرہ اور دہلی کے مغل حاکم ہیموں بقال سے شکست کھا کر یہاں ملے، خانخاناں اب اپنی مغل فوج کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا، ادھر ہیموں بقال بھی اکبر کو پنجاب سے نکالنے کے لیے چل کھڑا ہوا، دونوں کا مقابلہ ۲؍محرم ۹۶۴ھ ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے مشہور میدان میں ہوا، ہیموں بقال گرفتار ہوکر مارا گیا اور دہلی پر اکبر کا قبضہ ہوگیا۔

خانخاناں میں جنگی قابلیت کے علاوہ موقع شناسی کا بڑا جوہر تھا، وہ تجربہ کار اور مستقل مزاج افسر تھا، لیکن درباری اس کی سخت گیری اور مطلق العنانی سے گھبرا گئے تھے، جب دو تین سرداروں کو اس نے اپنے حکم سے قتل کرادیا اور اکبر کے استاذ ملا پیر محمد کو جبراً حج کے بہانے ملک سے نکال دیا تو خود اکبر بھی ناراض ہوکر دہلی چلا آیا، عرصہ دراز کے بعد دیکھا کہ اب بات نہیں بن رہی ہے تو سرکشی پر آمادہ ہوگیا، تو اب اکبر سلطنت کی اصل مشکلوں سے آگاہ ہوا، پنجاب پر حکیم مرزا نے حملہ کیا اور مالوہ میں ادہم خاں نے جاکر خودمختاری کا خواب دیکھنا شروع کیا، ادھر خاں زماں جونپور سے بڑھ کر اودھ اور قنوج پر قابض ہوگیا، لیکن اس اولوالعزم نوجوان بادشاہ نے ہر جگہ خود پہنچ کر باغیوں کا خاتمہ کیا، جب اس کو فراغت ملی تو چتوڑ پر حملہ کیا اور راجہ جے مل کو اپنی بندوق سے مار کر اس مضبوط قلعہ کو فتح کرلیا۔

بہار اور بنگال:

اب تک پٹھانوں کے ہاتھوں میں تھا، اکبر نے ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں بہار فتح کیا، پھر بہار کے مغلول حاکموں نے آہستہ آہستہ پورے بنگالہ پر قبضہ کرلیا۔

۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء) میں کشمیر کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا، ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں قندھار اور سندھ دونوں اکبری

سلطنت میں داخل ہوئے۔ ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۵ء) برار۔ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) میں خاندیس اور احمد نگر کا کچھ حصہ بھی سلطنت مغلیہ میں داخل ہوا، اس طرح اکبر کے زمانہ میں ہندوستان میں متحدہ سلطنت قائم ہوئی۔ اکبر ۶۳ رسال کی عمر میں ۴۹ ربرس سلطنت کر کے ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) میں انتقال کر گیا۔

نورالدین جہانگیر بادشاہ:

۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) میں اکبر کا لڑکا سلیم نورالدین جہانگیر کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ء) میں جہانگیر کے لڑکے شہزادہ خرم نے (جس نے آگے چل کے شاہجہاں کا لقب اختیار کیا) رانا ادے پور کو مطیع کر کے دربار میں لے آیا۔ ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۵ء) میں خرم نے دکن پہنچ کر احمد نگر کی پوری سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۰۳۰ھ (۱۶۲۰ء) ایرانیوں نے قندھار لے لیا، جہانگیر نے خرم کو قندھار کی واپسی کے لیے حکم دیا، خرم کو بدگمانی ہوئی کہ نور جہاں قندھار بھیج کر تخت سے محروم کر دینا چاہتی ہے، اس لیے وہ فوج لے کر آگرہ بڑھا، سپہ سالار مہابت خاں نے لڑائی کر کے شہزادے کو شکست دی لیکن بڑی مشکل یہ آپڑی کہ خود مہابت خاں کا اثر دربار میں بہت بڑھ گیا، جو شاہزادہ پرویز کا ہمدرد تھا نور جہاں نے اس کانٹے کو بھی نکالنا چاہا، مہابت خاں ایک اکھڑ سپاہی تھا، نور جہاں کی مخالفت معلوم کر کے پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آپہنچا اور موقع دیکھ کر ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۵ء) میں بادشاہ کو نظر بند کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد مہابت خاں کے فوجی سپاہی آپس میں لڑ پڑے اور اس ہلچل میں لوگ بادشاہ کو بھی نظر بندی سے نکال لائے، نور جہاں نے خرم کی گرفتاری کی شرط پر مہابت خاں کو معافی دی، لیکن مہابت خاں خرم سے مل گیا، اسی سال ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ء) میں شہزادہ پرویز نے دکن میں انتقال کیا، خود بادشاہ کشمیر سے واپسی کے وقت ۱۰۴۷ھ (۱۶۲۷ء) میں لاہور پہنچ کر وفات پا گیا۔

شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ:

باپ کے بعد ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) میں شاہجہاں کے نام سے خرم ہندوستان کا شہنشاہ ہوا، عہد شاہجہانی میں اسلام اور شعائر اسلام پر زیادہ زور دیا جانے لگا، جہانگیر کے زمانہ میں درباری سجدہ برقرار تھا، شاہجہاں نے اسے موقوف کر دیا، وہ شرع کے مطابق مقدمات فیصل کرتا اور علما و فضلا کا بھی بڑا قدردان تھا، نماز روزے کا پابند تھا، اعظم خاں، آصف خاں اور مہابت خاں جیسے بڑے بہادر مغل سپہ سالاروں نے دکن پر حملہ کر کے سارے دکن میں ہلچل ڈال دی، ساتھ ہی قحط اور وبا نے ہزاروں لاکھوں کو تباہ و برباد کر دیا، ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۱ء) میں دولت آباد اور احمد نگر کی سلطنت کامل طور پر مغلیہ حکومت میں شامل کر دی گئی، ۱۰۴۵ھ (۱۶۳۵ء) میں دکن کی شورش کو دبانے کے لیے خود بادشاہ دولت آباد پہنچا، گولکنڈہ اور بیجاپور کے بادشاہوں کو فرمانبرداری کی ترغیب دی گئی، بیجاپور کا بادشاہ عادل شاہ کے انکار پر لڑائی شروع کر دی گئی، آخر عادل شاہ نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا اور مغل فوج واپس چلی آئی۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر:

اورنگ زیب عالمگیر شاہجہاں کے بیٹے تھے، یہ محنتی،

دور اندیش اور منتظمانہ نقطۂ نظر سے بڑے قابل تھے، انھوں نے ملک کے دور دراز حصوں میں صوبیداری کر کے انتظامی تجربہ حاصل کیا تھا، ان کے لیے شہزادگی پھولوں کی سیج نہ تھی، اور اپنا اثر و اقتدار قائم رکھنے کے لیے انھیں شروع سے ہی بوڑھے سیاست دانوں کی سب چالیں سیکھنی پڑیں، وہ طبیعت کے بڑے ٹھنڈے اور محتاط تھے، ضرورت کے وقت اپنے جذبات کو خوب قابو میں رکھتے اور ایسی سب تدبیریں تیزی سے سوچ لیتے جو انھیں حصول مقصد میں کام آسکتی تھیں۔

۱۰۶۹ھ (۱۶۵۸ء) میں اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے سر پر ہندوستان کی بادشاہی کا تاج رکھا، امیروں کو خطاب، جاگیریں اور انعام ملے غریبوں کو بے حساب بخشش دی گئی، ۱۰۷۳ھ (۱۶۶۲ء) میں کشمیر کے حاکم نے چھوٹا تبت فتح کر لیا، ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) میں افغانوں نے سر اٹھایا، تو آغر خاں نے دلیری سے حملہ کیا اور ان کو کچل ڈالا، ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء) میں ست نامی فقیروں نے نارفول کے پاس فساد کیا اور ایک دو لڑائی کے بعد دہلی کے قریب تک چڑھتے چلے آئے، اورنگ زیب عالمگیر نے راجہ بشن سنگھ اور حامد خاں کو بھیجا، جنھوں نے ان کو شکست دے کر اس فساد کا خاتمہ کیا۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۹۷ھ (۱۶۸۵ء) میں بیجا پور فتح کر لیا، پھر گولکنڈہ کی باری آئی، آٹھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ۱۰۹۸ھ (۱۶۸۶ء) میں یہ ملک بھی شاہی قبضہ میں آگیا، ادھر سے اطمینان کر کے بادشاہ نے مرہٹوں کی طرف توجہ دی، عقرب خاں نامی ایک دلیر افسر کو سنبھاجی کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا، یہ بہادر افسر یلغار کرتا ہوا پہاڑوں اور گھاٹیوں کو طے کر کے ایک مندر سے سنبھاجی کو گرفتار کر لایا جو صورت بدل کر بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا، عالمگیر صرف اس کو قید کر دینا چاہتے تھے، لیکن اس نے ایسی نالائق حرکتیں کیں کہ مجبوراً قتل کرنا پڑا۔

۱۱۱۰ھ (۱۶۹۸ء) میں عالمگیر نے بسنت گڑھ پر قبضہ کر لیا، پھر ستارا، کھیلنا، پرنالا، ٹورنا وغیرہ قلعہ ایک ایک کر کے سب لے لیے، غرض ۱۱۱۶ھ (۱۷۰۴ء) میں تمام مرہٹے مطیع ہو گئے اور چند مربعے میں زمین بھی ایسی نہ تھی جہاں مرہٹوں کی خود مختاری حکومت ہو، بلکہ سارا دکن اور مرہٹہ دیس بلا کسی شرکت کے عالمگیر کی سلطنت میں شامل تھے، اور کسی مرہٹہ سردار کا حوصلہ نہ ہوا کہ پھر سر اٹھا سکے، اس کے دو برس بعد ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۶ء) میں اورنگ زیب عالمگیر بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

مغلیہ بادشاہوں کے کارنامے

دنیا میں بہت کم ایسا خاندان گزرا ہے جس کے چھ باپ بیٹے ایک کے بعد دوسرے لائق نکلے ہوں، یہ فخر ہندوستان میں صرف مغلیہ خاندان کو حاصل ہے، کہ بابر سے لے کر عالمگیر تک لائق حکمراں ہوئے، مغلیہ سلطنت کے قائم ہونے سے ہندوستان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بادشاہ گردی کا خاتمہ ہو گیا اور صحیح معنی میں عالمگیر اورنگ زیب ہندوستان کے شہنشاہ تھے، مغلیہ سلطنت کی سیاسی پالیسی تقریباً ہر زمانہ میں یکساں رہی، زبردست فوجی طاقت کے سبب سے ہر ناموافق حالت بنا لیتے تھے، اور بعض دفعہ اپنی عقل سے ایسی چال چلتے کہ دشمن فرمانبرداری کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

ایک مرتبہ خدمات شاہی میں عرض ہوا کہ علاقہ بھنبر (یہ علاقہ آزاد کشمیر میں ہے اور گجرات سے بہت دور نہیں) کے مسلمان اپنی جہالت کی بنیاد پر ہنود کو بیٹیاں دیتے اور ان سے بیٹیاں لیتے ہیں اور یہ طے کر لیا ہے کہ جو ہندو لڑکی مسلمان سسرال میں مرے وہ دفن کی جائے گی اور جو لڑکی ہندوؤں کے گھر فوت ہو وہ جلائی جائے، دربار شاہی سے حکم ہوا کہ جس ہندو کے گھر میں مسلمان عورت ہو اگر وہ مسلمان ہو جائے تو عورت سے اس کا نکاح دوسری بار پڑھا جائے ورنہ مسلمان عورت کو اس سے جدا کر دیا جائے، چنانچہ جو کو زمیندار جس سے یہ فعل سرزد ہوا اپنے تمام قبیلے کے ساتھ مسلمان ہوا اور راجہ دولتمند کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

اسی طرح جب بادشاہ کی سواری پنجاب کے قصبہ گجرات میں پہنچی تو وہاں کے سادات و مشائخ نے عرض کیا کہ وہاں کے بعض ہندوؤں نے مسلمان عورتیں گھروں میں ڈال رکھی ہیں (حرائر و امائے مومنہ در تصرف دارند) اور ان میں سے بعض نے تو مسجدوں پر قبضہ کر رکھا ہے، اس پر شیخ محمد گجراتی کو (جو علوم رسمی سے واقف تھے اور نو مسلموں کے داروغہ مقرر ہوئے تھے) حکم ملا کہ ثبوت کے بعد مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکال لیں اور مسجدوں اور غیر مسلموں کی عمارتوں کو علیحدہ علیحدہ کر دو، چنانچہ شیخ نے ستر مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا اور جہاں جہاں مسجدوں پر ہندوؤں نے بے جا تصرف کر لیا تھا تحقیق کے بعد انھیں واگزار کر دیا اور غیر مسلموں سے جرمانہ لینے کے بعد مسجدوں کو بحال کیا، ان کے زمانہ میں علمی ترقی بے انتہا ہوئی، تقریباً کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا یا ایسا نہیں گزرا کہ جس میں اہل کمال دربار میں حاضر نہ ہوں، اس زمانہ میں ملا مبارک، حکیم فتح اللہ شیرازی، ملا محمود جونپوری، محبّ اللہ بہاری، ملا جیون، عرفی، فیضی، ملا نظام الدین سہالوی، ملا امان اللہ بنارسی، قاضی مبارک، حکیم گیلانی، ملا بحر العلوم اور شاہ ولی اللہ وغیرہ علم و فضل کے روشن ستارے تھے۔

فوجی انتظام نہایت عمدہ تھا، سواروں کا دستہ، پیادوں کا دستہ، تیر انداز، بلم والے، شمشیر زن، سب الگ الگ ہوتے، توپ خانہ کا افسر میر آتش کہلاتا، تنخواہیں سب کو نقد دی جاتی تھیں، زراعت کو اس زمانہ میں ایسی ترقی ہوئی کہ شاید ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو، مختلف قسم کے پھول اور میوے کے درخت، کابل اور ترکستان سے منگوا کر یہاں لگائے گئے، مختلف قسم کے شاہی باغوں کو دیکھ کر دوسرے امیر بھی بکثرت باغوں کی طرف متوجہ ہو گئے، اور ملک میں عمدہ عمدہ باغ تیار ہو گئے۔

گو کہ عمارتوں کا سلسلہ فتح پور میں اکبر کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا، لیکن شاہجہاں نے تو کمال تک پہنچا دیا، تاج محل جو اس کی پیاری بیگم کا مقبرہ ہے، اس خوبصورتی کے ساتھ تیار ہوا کہ وہ دنیا بھر میں سب سے خوبصورت عمارت سمجھی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ہر قسم کے شاہی محل، قلع، خانقاہیں، سرائیں، شفا خانے، پاگل خانے اس کثرت سے اس زمانہ میں تیار ہوئے کہ شمار سے باہر ہیں، دہلی اور آگرہ کا لال قلعہ، دیوان عام اور دیوان خاص آج بھی دیکھنے کے لائق ہیں،

مدرسے تو اس وقت بہت قائم کیے گئے، لیکن دہلی، لکھنؤ، جونپور، آگرہ، لاہور اور احمد آباد کے مدرسے زیادہ مشہور ہیں، مسجدوں کی بھی کوئی انتہا نہیں، دہلی اور آگرہ کی جامع مسجد آج بھی بطور یادگار موجود ہے، نہ صرف مدرسوں اور مسجدوں کے لیے بلکہ ہندو اور مسلمانوں کے دوسرے رفاہ عام کے لیے بھی بڑی بڑی جاگیریں وقف کی گئیں۔

مغلیہ سلطنت میں عورتوں کو بھی تعلیم دی جاتی تھی، خاص کر شاہی بیگمات ہر علم سے آگاہ ہوتی تھیں، نور جہاں بیگم عام علم وفن کے ساتھ تیر اندازی سے خوب واقف تھیں، بندوق کا نشانہ بھی اس کا خوب اچھا تھا، نور جہاں بیگم کے علاوہ گلبدن بیگم اور زیب النسا کو آج بھی ایک ادیب کی حیثیت سے علمی دنیا جانتی ہے، اور اس زمانہ کے ترجے اور تصنیفیں بے شمار ہیں، تزک بابری، طبقات اکبری، تاریخ الفی، آئینۂ اکبری، توزک جہانگیری اور فتاوی عالمگیری یہ سب اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

دہلی اور بنارس میں رصد گاہیں بھی اسی زمانہ میں راجہ جے سنگھ کے اہتمام سے تیار ہوئیں، ڈاک کا بھی اچھا انتظام تھا، کابل کے تازہ میوے روزانہ اسی ڈاک سے جہانگیر کے لیے آتے تھے، عالمگیر کے زمانہ میں گجرات سے دہلی اور دولت آباد کی خبریں آسانی سے معلوم ہو جاتی تھیں۔

مغلوں کے عہد کی خاص یادگار بات یہ ہے کہ ہندو مسلمان مل کر ایک ہو گئے، ان کی زبان ایک ہو گئی، تہذیب و تمدن قریب قریب ایک ہو گیا، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے کے طریقے ایک ہو گئے، رسم ورواج یکساں ہو گئے۔

خلاصہ کلام اور اختتام موضوع:

وہ تمام چیزیں جو اس موضوع کے تحت بیان ہوئیں ان کے مطالعہ کر لینے کے بعد ہندوستان عوام وخواص پر یہ بات مخفی نہ رہ گئی ہوگی کہ ملک ہندوستان کے ہر ایک خطہ کو مغلیہ سلطنت کے بادشاہوں نے پہلے سے کہیں پر کشش اور دلفریب بنا کر پیش کیا ہے اور جو بھی کمی اور کجی اس ملک کے تہذیب وتمدن، اخوت ومحبت، علوم وفنون میں محسوس ہوئیں، انھیں حتی الامکان دور کیا اور مزید اضافہ کے ساتھ اس ملک کی دلفریبی اور دلنشینی و دلکشی کو زیادہ کیا اور ان چیزوں کا بھی اضافہ کیا جو ملک میں معدوم الخلقت تھیں، جیسا کہ مسافروں کے رہنے اور آرام کرنے کے واسطہ مسافر خانہ کو تیار کرنا اور علوم وفنون حاصل کرنے کے لیے عمدہ عمارتوں کا آغاز کرنا، اور بھی دیگر بہت سی چیزوں کو ایجاد کرنا جن کا وجود ملک ہندوستان میں نہ پایا جاتا تھا ان کو ہموار کرنا، انھیں سب وجوہات کو دیکھتے ہوئے مغلیہ سلطنت کے شاہوں کا نام تاریخ کے صفحۂ اول پر رونما ہوا، اور آج تک ان کی تاریخی باتوں کو ملک ہندوستان کی تاریخ کے ساتھ بیان کیے جانے کا معمول جاری و ساری ہے، کیوں کہ انھوں نے ملک ہندوستان کو سجانے اور سنوارنے میں دل وجان سے کام کیا اور آخری سانس تک اس کی کامیابی و کامرانی پر جد و جہد کرتے رہے، اس لیے مغلیہ سلطنت کا نام ہندوستان کی تاریخی اوراق میں سرفہرست نظر آتا ہے اور نظر آتا رہے گا اور اس سے انحراف نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

❀❀❀

اصول فقہ کا آغاز وارتقا اور مدونین

محمد طفیل احمد

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آله واصحابه اجمعین.

تمہید

فقہ دراصل مضبوط دلائل کی روشنی میں مسائل واحکام کے فہم واستنباط کا نام ہے، اس علم کے تحت انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق اعمال کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہ کی دو تعریفیں ہیں:۔ایک لغوی، دوم اصطلاحی۔

فقہ کی لغوی تعریف:

لغوی کا حاصل یہ ہے کہ فقہ مصدر ہے اور باب سمع اور کرم سے آتا ہے، سمع سے معنی ہے کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا، کسی چیز کو کھولنا اور واضح کرنا، اور کرم سے معنی ہیں فقیہ ہونا، غالب ہونا، فقہ بکسر القاف بمعنی جاننا، بفتح القاف دوسرے کو سمجھانا، اور بضم القاف فقہ میں کمال پیدا کرنا، اور مہارت کا حاصل ہو جانا۔(ماخوذ من اشرف الہدایہ ص۱۰)

فقہ کی اصطلاحی تعریف:

فقہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ احکام شرعیہ اور فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کے ادلّہ مفصلہ سے حاصل ہوں جن احکام کا تعلق عمل سے ہوتا ہے ان کو احکام فرعی کہتے ہیں، اور جن کا تعلق اعتقاد سے ہو ان کو احکام اصلی کہتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو جاننے کا نام فقہ ہے، اور حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک علم اور عمل کے مجموعہ کا نام فقہ ہے۔

فقہ کی غرض وغایت:

"الفوز بسعادۃ الدارین" ہے یعنی دارین کی نیک بختی حاصل کر کے بامراد ہونا۔

دارین سے مراد دنیا وآخرت ہے، دنیا کی کامیابی تو یہ ہے کہ فقہ سے احکام شرع کا علم ہوگا، مامورات پر عمل کیا جائے گا اور منہیات سے اجتناب کیا جائے گا اور آخرت کی کامیابی یہ ہے کہ جنت اور جنت نعیم ملیں گی۔

فقہ کا موضوع:

مکلّف کا فعل ہے۔مگر یہ خیال رکھے کہ موضوع مطلق نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، مثلاً نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے "من حیث الاعراب والبناء" کی قید کے ساتھ مقید ہے، ایسے ہی علم طب کا موضوع انسان کا بدن "من حیث الصحۃ والمرض" کے ساتھ مقید ہے، علم صرف کا موضوع "کلمه من حیث التصریف"

کے ساتھ مقید ہے، ایسے ہی مکلّف کا فعل "من حیث الحلال والحرام" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

فقہ کا حکم:

یعنی شریعت میں علم فقہ کس حیثیت پر ہے، ضروریات دین کا سیکھنا تو فرض عین ہے اور اس کے علاوہ کا حاصل کرنا استحباب کے درجے میں ہے۔

فقہ کی تاریخ:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہ کا فن ائمۂ مجتہدین کے دور کی پیداوار ہے، یہ صریح غلطی ہے، احادیث وسیر کا اور اسلامی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ فقہ کی بنیاد واصول رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میمون میں پڑ چکی تھی۔

ابتدائے فقہ کا پہلا زمانہ:

ظہور نبوت سے لے کر ۱۰ھ تک ہے، جسے ہم عہد رسالت سے تعبیر کرتے ہیں، اس عہد رسالت میں چوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی منبع احکام اور شارع اسلام ہونے کی حیثیت سے صحابۂ کرام کے درمیان موجود تھی، اس لیے اپنی شخصی زندگی میں جب بھی انھیں کوئی مسئلہ درپیش آتا تو وہ فوراً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے۔

دوسرا زمانہ:

اس جہان رنگ وبو سے خورشید رسالت کا جب ظاہری رخ روپوش ہوگیا تو اکابر صحابۂ کرام نے امت کی زمام قیادت سنبھالی، حضرات خلفائے راشدین نے اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع کیں تو عجمی تمدن نے نت نئے مسائل درآمد کیے، جن کے اسلامی حل کے لیے گروہ صحابہ، صاحبان تدبر اور والیان تفقہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں تدبر کے سہارے فیصلے صادر فرمائے جو بعد کے نسلوں کے لیے استناد کا درجہ رکھتے ہیں، اس دور میں جو ۱۰ھ سے لے کر ۴۱ھ تک محیط ہے۔

تیسرا زمانہ:

اکابر صحابۂ کرام کی صفیں خالی ہونے کے بعد اصاغر صحابۂ کرام اور کبار تابعین نے امت کی قیادت سنبھالی، اس دور میں اسلامی سلطنت کی وسعتیں شرق وغرب اور شمال وجنوب کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھی، تمدن کی وسعت، علم کی گرم بازاری اور عرب وعجم کے اختلاط نے اجتہادی جذبوں میں بڑی تیز گامی پیدا کردی تھی، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ، کوفہ، بصریٰ، شام، مصر اور یمن میں فقہائے مجتہدین کی کثیر صفیں آراستہ اور ہر ایک کے درس وافادہ کی اپنی ایک الگ دھوم تھی، یہ دور ۴۱ھ کے بعد سے شروع ہوکر دوسری صدی ہجری کی ابتدا تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔

چوتھا زمانہ:

دوسری صدی ہجری کے تقریباً نصف تک پہنچ کر تمام ہو جاتا ہے، اس دور میں نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا دین کی بقا اور کتاب وسنت کے تحفظ کے لیے نئی نئی ضرورتوں کا احساس ہوا، فکر ونظر کے دریچے کھلے، علم وادراک کے سینکڑوں دائرے حرکت میں آئے، نئے نئے فنون کی بنیادیں رکھی گئیں، مجتہدین امت کے بہت سارے حلقے وجود میں آئے اور سینکڑوں افراد اسلامی قوانین کی تدوین و

استنباط کے کام میں شب و روز لگے رہے تب جا کر ہزاروں مجلدات پر مشتمل اسلامی مسائل و قوانین کا ایک عظیم الشان ذخیرہ اسلامی تاریخ کو دستیاب ہوا جو قیامت تک کے لیے امت کی دینی ضروریات کا کفیل ہے، اس دور میں فقہ کے اصول مرتب ہوئے۔

فقہ کی فضیلت وارتقاء قرآن میں:

فقہ کا فن عقلی علوم وفنون کی طرح خود ساختہ نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث میں اس کی بنیادیں موجود ہیں، قرآن کے ساتھ علم فقہ کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ فقہ کا لفظ بھی قرآن ہی سے اخذ کیا گیا ہے، ویسے تو جگہ جگہ قرآن میں تدبر، تفکر، تعقل اور شعور و ادراک کی دعوت عام ہے لیکن ایک آیت میں نہایت صراحت کے ساتھ اہل ایمان کو تفقہ کی دعوت دی ہے، وہ آیت کریمہ یہ ہے:

"فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدین".

ترجمہ:۔پس ایسا کیوں نہ ہو کہ مومنین کے ہر طبقے سے ایک جماعت نکلے تا کہ دین میں تفقہ حاصل کرے۔

واضح رہے کہ جس علم سے دین میں تفقہ پیدا ہوتا ہے اسی کا نام فقہ ہے کیوں کہ فقہ ایک ایسا فن ہے جس کا تعلق بے شمار علوم وفنون سے ہے، عقل و دانش، فہم وفراست، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں، قرآن کے دلائل و براہین احکام تعلیمات اور اسرار و معارف سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مومن ان نعمتوں سے مستفیض ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون".

(پ:۲۱ ع:۵)

ترجمہ:۔اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

مزید فرمایا گیا:

"وذٰلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون". (پ:۲۸/ع:٦)

ترجمہ:۔بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"قد فصلنا الاٰیٰت لقوم یفقهون".

(پ:۷/ع:۱۷)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے بحر بیکراں سے تفقہ فی الدین کے انمول موتی حاصل کرنے کے لیے عقل وفہم کا ہونا ضروری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر دین کا تمام علم سیکھنا اور فقیہ ہونا ضروری نہیں، لہٰذا بعض لوگ لیتفقهوا فی الدین کے تحت دین کا مکمل علم اور تفقہ فی الدین یعنی دین کی گہری سمجھ حاصل کریں اور جو غیر عالم اور غیر فقیہ ہوں انھیں چاہیے کہ وہ عالم اور فقیہ کی تقلید کریں، اس آیت کریمہ سے تقلید شرعی کا ہونا بھی ثابت ہوا۔(ماخوذ من عجائب الفقہ ص۲۰)

فقہ کی فضیلت وارتقا حدیث میں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین".

(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔اللہ جس کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے۔

دوسری حدیث مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم میں یہ ہے

کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ان رجالا من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا".

ترجمہ:۔ زمین کے مختلف خطوں سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے تاکہ دین میں تفقہ حاصل کریں جب وہ تم سے ملیں تو تم انھیں بھلائی کی وصیت کرنا۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ علم فقہ کی شرعی اہمیت کا اظہار ہے۔ (ماخوذ من فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۴)

فقہ کی ضرورت:

انسان کی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنادیا ہے کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہوجائے تو محال ہے، مسلمان چوں کہ عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے اس لیے اسے عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ من امام اعظم ص ۲۵۰)

تدوین فقہ:

فقہ کی ابتدا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں ہوئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولیتفقھوا فی الدین"

اس میں تفقہ کی تاکید ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترغیب بھی دی، فضیلت بھی بیان فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"

یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تفقہ بھی حاصل کرتے تھے، بہت سے صحابہ کرام اس میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، لیکن آپ کے زمانے میں احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئیں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے وضو فرماتے تھے مگر یہ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے، یہ فرض ہے، یہ سنت اور یہ مستحب، اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت دکھا کر تعلیم دی، ان حضرات نے بھی کچھ تفصیل نہ کی، رہے حضرت علی تو وہ بچپن ہی سے آغوش رسالت میں پرورش پاتے رہے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کا بہت موقع ملا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی فقہی معاملہ میں کامل مطلق تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر خلوت وجلوت میں ہم دم وہمراز رہے تھے، یہ ان کا خاص طرۂ امتیاز تھا، اسی واسطے سے فقہائے صحابہ اپنے لوگوں کو عبداللہ بن مسعود سے استفادہ کی ترغیب دیتے تھے، حتی کہ حضرت ابراہیم نخعی کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا تھا، جس کا ماخذ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاوے تھے، لیکن یہ مجموعہ غیر مرتب تھا اور ان کے تلامذہ کو زبانی یاد تھا، سب سے بڑا ذخیرہ حماد کے پاس تھا، وہ اس کے بڑے حافظ تھے، حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد حضرت حماد ہی ان

کے جانشین قرار پائے پھر جب حضرت حماد کا ۱۲۰ھ میں وصال ہوگیا تو لوگوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی مسند فقہ پر بیٹھایا۔

امام اعظم نے جب اپنے استاذ حضرت حماد کے انتقال کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی، یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی پرچم سندھ سے لے کر اندلس تک اور شمالی افریقہ سے ایشائے کوچک تک لہرا رہا تھا اور گونا گوں قوموں اور نسلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، اس طرح ہر روز عبادت و معاملات کے متعلق نوع بہ نوع مسائل پیدا ہو رہے تھے، ایسے حالات میں ایک مرتب مجموعہ قانون اسلام کے بغیر کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا، امام ابوحنیفہ کی طبیعت مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مفتیانہ واقع ہوئی تھی اس کے ساتھ تجارت کی وسعت اور ملکی تعلقات نے ان کو معاملات کی ضرورتوں سے خبردار کر دیا تھا، اطراف و بلاد سے ہر روز استفتے آتے تھے، ان سے آپ کو اندازہ ہوتا تھا کہ ملک کو اس فن کی کس قدر حاجت ہے، قضاۃ اور حکام فصل قضایا میں جو غلطیاں کرتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے، غرض یہ وہ اسباب و وجوہ تھے جنھوں نے ان کو اس فن کی تدوین و ترتیب پر آمادہ کیا۔

کیفیت تدوین فقہ:

تدوین فقہ کا کام شروع کرنے سے پہلے یہ مسئلہ زیر غور آیا کہ اس مجلس کو کس جگہ قائم کرنا چاہیے، بہت غور کرنے کے بعد کوفہ کو ترجیح دی گئی، کیوں کہ کوفہ اس کام کے لیے بہت عمدہ صلاحیت رکھتا تھا، مختلف عربی و عجمی تہذیبیں وہاں موجود تھیں، قسم قسم کے مسائل وہاں اٹھتے رہتے تھے، اہل علم بھی بہت تھے۔

نقشۂ تدوین فقہ:

شامی میں لکھا ہے کہ فقہا نے فقہ کی تدوین کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت حضرت عبداللہ بن مسعود نے بویا، علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا (یعنی اناج کو بھوسی سے الگ کیا) امام اعظم نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں، باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح:

یعنی اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، اور سراج الامۃ، امام الائمہ، امام اعظم علیہ الرحمہ نے اس کو کمال پر پہنچا کر تدوین فقہ کی مہم سرا کرائی، تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل وجزئیات کو منقح کرا کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا، جن سے کتاب الفرائض، کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول تفقہ و تفریع وغیرہ مرتب کر کے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث و رجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔ (ماخوذ من امام اعظم اور تدوین فقہ ص ۹۰)

مابہ الاستمداد:

یعنی وہ چیزیں جن سے فقہ میں مدد طلب کی جاتی ہیں وہ چار ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع امت، قیاس۔ اسی وجہ سے ان چاروں کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔

❀❀❀

آوازۂ حق

اقبال اعظمی کریم الدین پور گھوسی مئو

مولانا اسید الحق بدایونی کی کتاب ''حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذکورہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے موقف کے مطابق ہے، دلیل کے طور پر حضرت مفتی صاحب نے فتاویٰ رضویہ جلد ششم سے ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ یہ اقتباس ''سبحان السبوح عن کذب عیب مقبوح'' سے ماخوذ ہے، فتوے کے عنوان سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ امکان کذب باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔ اجمالی طور پر سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دربارۂ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور وشور سے کر رہے ہیں، تقریراً مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں اور یہی امکان کذب ہے، پس اس کا اعتقاد کیسا ہے؟

از: ابو محمد صادق علی میرٹھ بالائے کوٹ

(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ رص ۲۱۲)

الجواب:

فقیر غفر اللہ تعالیٰ بحول وقوت رب الارباب اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولا جل وعلی کی تسبیح و تقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرأت وجسارت والوں کی تقبیح وتغلیس کے لیے کلام کو چار تنزیوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بہ نظر ہدایت عوام وازاحت اوہام، ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرتا ہے۔

تنزیہ اول:۔ میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمد اللہ شمس وامس کی طرح روشن ومبین کہ کذب الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم:۔ میں بفضل ربانی دعوے اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔

تنزیہ سوم:۔ میں امام وہابیہ، ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ ومصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی نازبرداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجا و ماخذ ومنتہی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم:۔ میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی

اوراس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید اس مزلہ حادثہ سے منزلوں بعید، خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمدللہ مجیب السائل۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ رص ۲۱۳)

ارشادات علما:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ "فلن یخلف الله عهده" یدل علی انه سبحانه منزه عن الكذب فی وعده ووعیده، قال اصحابنا لان الكذب صفة نقص والنقص علی الله تعالیٰ محال وقالت المعتزلة لان الكذب قبیح لانه كذب فیستحیل ان یفعله فدل علی ان الكذب منه".

اللہ عزوجل کا فرمانا ہے کہ اللہ ہر گز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے مولیٰ تعالیٰ وسبحانہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر محال اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ رص ۲۱۷)

تازیانہ ۱۱:

قولہ (اسماعیل کا قول):

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند۔

(عدم کذب حضرت حق تعالیٰ سبحانہ کے کمالات میں شمار کیا جائے گا)

اقول (اعلیٰ حضرت کا قول):

اس ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی صدق (سچ) کو چھوڑ اعدم صدق (جھوٹ نہ بولنا) پر مباحثہ چھیڑا تا کہ جماد (اینٹ، پتھر) وغیرہ کی نظیریں جما سکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں، حالاں کہ قلب حاضر اور عقل ناظر ہو تو فقیر ایک نکتۂ بدیعہ القا کرے، سلب کسی شے کا بنفسہ ہرگز کمال نہیں، ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروروں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلیٰ درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے (سلب کیے ہوئے) سچ ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں، وہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں، مصور بھی نہیں، محدود بھی نہیں، مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں، کاذب بھی نہیں، ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اسے خواب بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بہکنا بھی نہیں، بھول بھی نہیں، بس یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں، مگر کوئی مجنوں ہی ان سلوب کو اس مسلوب کے لیے صفت مدح وکمال جانے گا۔

ہاں عیوب ونقائص کا سلب اس وقت معرض مدح وبیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفت مدح سے منی ہو، ولہذا اقضایائے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشی اور ان کے بیان سے اس کا سبوح وغنی وقدوس ومتعالی ہونا ظاہر، تو ظاہر ہو گیا کہ حقیقتاً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب، جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم ہو، مثلاً زید عاقل ناقل کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی، جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال تو اس سلب نے

ایک صفت کمال کا ثبوت بتایا لہذا محل مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں زنہار نہ مفید مدح نہ مظہر کمال، یہ نکتۂ بدیعہ ملحوظ رکھئے کہ عیار بہادر کی دی ہوئی نظیریں کیا کیا کہنے کو پہنچتی ہیں۔

تازیانہ ۱۲ و ۱۳:

قولہ (اسماعیل دہلوی کا قول):

اخرس و جماد کہ کسے ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کنند۔

(گونگا و پتھر کہ ان میں کسی کی عدم کذب کے سبب مدح نہ کریں گے)

اقول (اعلیٰ حضرت کا قول):

دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ (گونگا) وسنگ (پتھر) کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں تو وہ استلزام صفت کمال جو مبنائے مدح تھا یہاں منتفی سر یہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسرے کے وضع کو منتج بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیوں کر محمول یہاں قضیہ "کل متکلم مخبر اما صادق و اما کاذب" تھا اخرس و جماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں، پھر عدم کذب ان کے لیے کیا باعث مدح ہو، دیکھ او ذی ہوش! یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ر ص ۲۴۸ ر ۲۴۷)

آپ نے دیکھا کہ اسماعیل دہلوی نے یہ کہا تھا کہ عدم کذب حق سبحانہ کے کمالات سے ہے جس کے رد میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نکتۂ بدیعہ بتایا اور فرمایا کہ یہ "نکتۂ بدیعہ ملحوظ رکھئے عیار بہادر (اسماعیل دہلوی) کی دی ہوئی نظیریں کیا کیا کہنے کو پہنچتی ہیں"۔

اب دیکھئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسماعیل دہلوی کے رد میں ایک اور نظیر پیش فرمائی ہے، اسی نظیر کے بارے میں حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا نے بھی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ر صفحہ ۲۴۷ ر تا ۲۴۸ ر میں مندرج رسالہ سبحٰن السبوح کے تازیانہ ۱۱ر۱۲ر۱۳ر کے تحت تکمیل جمیل میں شاہ اسماعیل دہلوی کا رد کرتے ہوئے یہی موقف اپنایا ہے۔ فرماتے ہیں:

تکمیل جمیل اقول:

او جھوٹی نظروں سے بیچارے کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ! مسلمان کو، اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے! رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ نہیں، تو بے شک اس کی بڑی تعریف ہوئی اور بعینہ یہی کلمات کسی کافر کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں، حالاں کہ یہ سالبہ قضیے دونوں جگہ قطعاً صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی، وہابی ہونے سے بچا، لہذا محمود ہوا، اور اس کافر کی رافضی، وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی، لہذا مدح نہ ٹھہرا؟ کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا، بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی، سنی ہونے کا اثبات کرے گی، لہذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گو ہی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لیے اثبات نہ نکلا، ولہذا مفید مدح نہ ٹھہرا"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ر ص ۲۴۸)

(جام نور عالم ربانی نمبر اپریل ۲۰۱۴ء صفحہ ۲۶۶ ر از مفتی مطیع الرحمٰن صاحب)

قول مفتی مطیع الرحمٰن مضطر صاحب:

مولانا اسید الحق نے بھی اپنی کتاب ''حدیث افتراق امت'' میں اسی موقف کو راجح قرار دیتے ہوئے اختیار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''گزشتہ صفحات میں ہم نے زیر بحث حدیث میں ''فی النار'' سے دخول فی النار مراد لینے کے لیے اکابر علمائے اہل سنت کے حوالے پیش کیے تھے، لہٰذا ہم بھی .... کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے یہاں ''فی النار'' سے ''دخول فی النار'' مراد لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(جام نور عالم ربانی نمبر اپریل ۲۰۱۴ء ص ۲۶۶/۲۶۷، از مفتی مطیع الرحمٰن صاحب)

قارئین حضرات! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ نظیر امکان کذب کے مقام مدح میں ہونے کے اسماعیل دہلوی کے قول کا رد فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے محولہ عبارت سے ٹھیک پہلے فرمایا کہ ''سر یہ ہے منفصلہ حقیقیہ کے مقدم وتالی میں جو دو وصف مدح وذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو منتج بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیوں کر محمول۔

اسی بات کو واضح کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ''تکمیل جمیل'' کے تحت مذکورہ بالا نظیر پیش فرمائی، اس فتوے کا موضوع ''امکان کذب باری تعالیٰ'' ہے نہ کہ ''حدیث افتراق امت'' اور نہ یہ کہ ۷۲/فرقوں کے ''دخول فی النار'' یا ''خلود فی النار'' کا اس میں ذکر ہے، تو کیا صرف بہتر فرقوں کا نام آجانے سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی پیش کردہ نظیر سے مولانا اسید الحق کے موقف کی تصدیق ہوتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

کہاں امکان کذب کا موضوع اور کہاں بہتر فرقوں کے ''دخول فی النار'' یا ''خلود فی النار'' کا موضوع۔ کیا اہل قبلہ کی اصطلاح آجانے سے مولانا اسید الحق کا موقف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے موقف کے مطابق ہوجائے گا؟ ہر گز نہیں۔ کہاں امکان کذب کے رد میں پیش کی گئی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نظیر، کہاں مولانا اسید الحق کا موقف کہ ۷۲/فرقے گمراہ اور گمراہ گر ہیں، اپنے کیے کی سزا بھگت کر جہنم سے نکالے جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''تکمیل جمیل'' کے تحت جو نظیر پیش فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قدرت رکھنے کے باوجود بھی رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی ہونے سے محفوظ رہا تو یہ اس کی مدح ہوئی کیوں کہ مسلمان اہل قبلہ ہے۔ یہی بات کافر کے لیے کہیں کہ وہ رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ ہونے سے محفوظ رہا تو اس کے لیے مدح نہ ہوئی کیوں کہ وہ کبھی اہل قبلہ یعنی کلمہ گو تھا ہی نہیں۔

دیکھا آپ نے ایک ذمیہ شے (بدعت) کو سلب کرنے سے ایک (مسلمان) کے لیے مدح ثابت ہوئی اور دوسرے (کافر) کے لیے ذمیہ شے (بدعت) مندرج ہی نہیں، کیوں کہ یہ بدعتی فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو سلب ذم اس کے لیے مفید مدح کیوں کر ہوسکتا ہے کہ کافر کبھی اہل قبلہ سے تھا ہی نہیں۔

اتنی واضح نظیر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چھوٹے شخص (سماعیل دہلوی) کے رد میں پیش فرمائی کہ ''او جھوٹی نظیروں سے بے چارے عوام کو چھلنے والے!'' ایسی نظیر کو پڑھ کر مفتی مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ نے کیسے اس کو مولانا اسید الحق صاحب کے موقف کی تصدیق میں منطبق کر دیا؟

اسے حضرت والا ہی جانیں۔

حضور تاج الشریعہ کی تحقیق انیق:

حضور تاج الشریعہ علامہ ازہری صاحب قبلہ نے مولانا رضوان احمد صاحب شریفی نوری کی کتاب ’’بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں‘‘ کی تائید فرمائی اور مولانا اسید الحق صاحب کے موقف کا سخت رد فرمایا، فرماتے ہیں:

’’مولانا رضوان احمد صاحب نوری شریفی زید مجدہ نے حدیث کی ایسی تقریر پر تنویر کی جس سے روشن ہوا کہ حدیث میں خبر ان فرقوں کی دی گئی ہے جن کی بدعت کفر تک پہنچے گی، جس کی وجہ سے وہ فرقۂ ناجیہ سے ممتاز و جدا ہوں گے‘‘۔

(تحقیق انیق ص ۴۳، حضور تاج الشریعہ صاحب قبلہ)

حضور مفتی اعظم ہند کے ارشادات عالیہ:

حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بہتر باطل فرقوں کے بارے میں فرمایا کہ اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کافر فرمایا، ظاہر ہے کہ جب یہ بہتر فرقے کافر ہیں تو ان کی نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے وہ جہنم سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے، انھیں ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

بہتر فرقوں کو ناجی ماننا نیچریت ہے:

فتاویٰ مصطفویہ میں محمد الدین کلاتھ مرچنٹ نائب ناظم حزب الاحناف لاہور کے ایک سوال کے جواب میں حضور سرکار مفتی اعظم ہند نے ان بہتر فرقوں کو مسلمان اور ناجی ماننا نیچریوں کا مذہب فرمایا ہے، مذکورہ فتاویٰ سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھیں ضال مضل کافر جانتے، جنھیں حدیث میں ’’کلھم فی النار‘‘ فرمایا، ناری جہنمی بتایا، اللہ و رسول عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک صرف ایک گروہ ناجی ہے، حدیث میں ’’الا واحدۃ‘‘ فرما کر جس کا استثنا فرمایا، جس کی نشانی صحابہ کی عرض پر ’’ما انا علیہ و اصحابی‘‘ ارشاد ہوئے، یعنی وہ فرقہ (اہل سنت) جو اس راہ حق کا متبع ہے، جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان نیاچرہ ’’خذ لھم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاٰخرۃ‘‘ کے نزدیک وہ سب باطل فرقے بھی پکے مسلمان ہیں کوئی کافر نہیں، سب با ایمان ہیں ناری نہیں ناجی ازیزان ہیں کہ عبد الرحمٰن ہیں، دیوبندی ہوں، وہابی ہوں، قادیانی ہوں، بابی ہوں، رافضی ہوں، خارجی ہوں، خود نیچری ہوں، ندوی ہوں، چکڑالوی ہوں، گاندھوی ہوں غرض بدنام کنندگان اسلام سے جو بھی ہوں، جتنے متبین شیطانی ہیں، ان کے نزدیک سب مسلمان ہیں، جو خدا کو جھوٹ بولنا ممکن جانے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے اور جو محال جانے وہ بھی، جو خبیث تصریح کرے کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے یعنی معاذ اللہ جھوٹ بول چکا وہ بھی ان کے خیال میں مسلمان ہے اور جو ایسے کو کافر جانے وہ بھی، جو یہ کہے کہ قرآن ناقص ہے وہ بھی اور جو اسے دخل بشری سے محفوظ مانے اور کامل جانے اور ناقص کہنے والوں کی تکفیر کرے وہ بھی، جو یہ کہے کہ جہل و ظلم و چوری شراب خوری سے معارضہ کم فہمی ہے کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے، یعنی معاذ اللہ صاف کہے کہ اللہ عز وجل ایک کذب ہی نہیں ان عیوب پر بھی قادر ہے اور ان سے بھی ملوث ہو سکتا ہے، وہ بھی اور جو اللہ عز وجل کو ہر عیب سے پاک جانے اور کسی عیب سے ملوث ہونے کو ناجائز مانے خدا کی الوہیت کو باطل ٹھہرانا جانے اور اس پر اس قابل کی تکفیر کرے وہ بھی، جو یہ کہے کہ نبوت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے بھیجی تھی، جبریل علیہ الصلوٰۃ

والسلام غلطی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے گئے وہ بھی، اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کی توہین اور اللہ عز وجل پر ناپاک افترا حضرت جبریل علیہ السلام پر گندا بہتان جانے اور قائل کو کافر مانے وہ بھی، جو حضرت مولیٰ علی و حضرت فاطمہ زہرا سبطین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نبی ماننے اور انھیں انبیائے کرام سے افضل جاننے کو کفر بتائے اور ایسے کو کافر جانے اور کسی غیر نبی کو نبی سے افضل ہونے کو محال جانے وہ بھی، جو اللہ عز وجل کے حبیب رب عم نوالہ کے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کو شیطان رجیم کے علم سے گھٹائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو ہر صبی بلکہ ہر مجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے علم سے ناپاک تشبیہ دے جو بجائے محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کلمہ میں اشرفعلی رسول اللہ بکنے اور درود شریف میں بجائے نام نامی واسم گرامی حضرت رسالت پناہی صلی وسلم علیہ وآلہ اشرف علی جینے پر اپنے مرید کی تسلی کرے، جو یہ کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتمہ کا بھی حال معلوم نہ تھا، جو یہ کہے معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے، جو انبیا کو چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل جانے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز میں خیال آجانے کو اپنے گھر کے گاؤ خر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر جانے وہ بھی، اور جو ان نجاستوں، خباثتوں، سخت شدیدہ کفروں پر ان کے قائلوں قابلوں کو کافر مانے وہ بھی، جو جنت و نار وملائکہ واجنہ اور نماز وروزہ وغیرہ کا منکر ہو وہ بھی، اور جو ان کے وجود کا قائل اور فرضیت صلاۃ وصیام وغیرہ کا معتقد ہو اور ان کے وجود وفرضیت کے منکر ومقول کو کافر جانے وہ بھی، جو بعد ختم نبوت اپنے آپ کو نبی کہتا ہو یا یہ کہتا ہو کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کہیں یا کوئی نبی ہو جب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے گا وہ بھی، اور جو امیوں کو کافر بتائے وہ بھی، جو حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ تعالیٰ علی نبینا وعلیہ وعلیٰ سائر انبیاء صلوات اللہ وسلامہ اللہ سے اپنے آپ کو افضل بتائے، ان کے معجزات بابرکات کو بزم کا عمل گائے اور کہے کہ اگر میں اسے برا نہ جانتا تو اس میں عیسیٰ (علیہ السلام) سے کم نہ رہتا۔

فتاویٰ مصطفویہ ص ۶۰۱/۶۰۲/۶۰۳)

مندرجہ بالا فتوے کی تصدیق جلیل القدر علمائے عصر نے کی ہے:

(۱) حضرت مولانا محمد مختار احمد صدیقی میرٹھی۔
(۲) حضرت مولانا محمد سراج الدین رام پوری۔
(۳) حضرت مولانا سردار علی صاحب بریلوی۔
(۴) حضرت مولانا تقدس علی الرضوی البریلوی۔
(۵) حضرت مولانا ابو العلا محمد امجد علی اعظمی۔
(۶) حضرت مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی۔
(۷) حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی۔
(۸) سید غلام قطب الدین سہسوانی۔
(۹) حضرت مولانا محمد حسین البلو چستانی۔
(۱۰) حضرت مولانا غلام جان قادری لاہور۔
(۱۱) حضرت مولانا محمد حشمت علی قادری لکھنوی۔
(۱۲) حضرت مولانا غلام رسول قادری بھاولپوری۔
(۱۳) حضرت مولانا محمد علی القادری الحامدی۔
(۱۴) حضرت مولانا محمد یار بھاولپوری۔
(۱۵) حضرت مولانا غلام محمد نبی رامپوری۔
(۱۶) حضرت مولانا عبد الغنی لاہور۔

❁❁❁

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مبارک علی قادری، مہراج گنج
جماعت فضیلت جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین"

ربیع النور شریف کا چاند نظر آتے ہی کائنات کا ذرہ ذرہ مسرت وشادمانی سے سرشار دکھائی دے رہا ہوتا ہے، ہر چیز اپنے اپنے رنگ میں خوشیاں منا رہی ہوتی ہیں، ۱۲؍ربیع النور کے مبارک دن خوشی منانا دنیا وآخرت میں عظیم الشان سعادت ہے، مگر بعض نام نہاد مسلمان، مخالفین اہل سنت نے جہاں دیگر فسادات کا دروازہ کھولا ہے وہیں ۱۲؍ربیع النور شریف کو ولادت وجہ تخلیق کائنات مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تنازع بنانے کی کوشش کر کے اس مبارک عمل کے خلاف خوب ہرزہ سرائی کی، امت مسلمہ کو راہ راست سے بھٹکانے کی کوششیں کیں اور ہر طرح سے اس مبارک عمل سے باز رکھنے کے حربے استعمال کیے تاکہ درد کے مارے لوگ اس سعادت سے محروم ہوں، مگر اہل حق نے ہمیشہ ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملایا اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ملاتے رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

میلاد مصطفیٰ کیوں منایا ہے آپ نے، ایک وہ ذات جو آج سے چودہ سو سال پہلے جلوہ گر ہوئی، اس کی میلاد کی یاد اس کی ولادت کی یاد آج چودہ سو سال کے بعد آپ یہاں کیوں منعقد کر رہے ہیں، یہ جاننا بے پناہ ضروری ہے، بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ یہ عجیب دیوانے ہیں کہ جلوہ گر ہونے والا چودہ سو سال پہلے جلوہ گر ہوا اور میلاد یہ آج منا رہے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں اور بائبل کا مطالعہ کریں، توریت وانجیل کا اور زبور کا تو آپ کو یہ حیرت ہوگی کہ ہم تو میلاد مصطفیٰ ان کے آنے کے بعد منا رہے ہیں اور ان آسمانی صحیفوں نے ان کے جلوہ گر ہونے سے پہلے میلاد مصطفیٰ منایا ہے، اللہ تبارک

وتعالیٰ نے عرش عظیم کے اطراف میں دو بڑے جلسے منعقد کیے تھے، ایک جلسہ وہ تھا جب اللہ تمام کائنات کی ارواح کو جمع فرمایا تھا او یہ پوچھا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو ہماری روحوں نے بے ساختہ کہا تھا "بلیٰ" ہاں تو ہمارا پروردگار ہے، ہم نے رب کی ربوبیت کا اقرار وہاں کیا تھا، وہی اقرار ہے جو ہمیں اپنے رب کی تلاش پر مجبور کرتا ہے، ہماری فطرت میں اپنے رب کا شعور موجود ہے، ہم نے اقرار کیا ہے ہماری روحوں نے اقرار کیا ہے، دنیا میں آنے کے بعد انسان بے قرار ہوتا ہے کہ اپنے معبود کو تلاش کریں، اپنے معبود کا عرفان حاصل کریں، اگر نبی کی ہدایت میسر آگئی، نبی کا دامن میسر آگیا تو ہدایت یافتہ ہوجاتا ہے، اور نہیں تو اس کی فطرت اپنے معبود کو تلاش کرنے کی کہیں بظاہر فطرت کے سامنے جھکا دیتی ہے، جو لوگ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں چاند اور سورج کو پوجتے ہیں دریا اور پہاڑوں کو پوجتے ہیں دراصل ان کی فطرت بھٹک گئی ہے، راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، تلاش کرنے کے لیے گئے تھے اپنے خدا کو لیکن نبی کی ہدایت نہیں ملی سرکار کا واسطہ نہ ملا وسیلہ میسر نہیں آیا، دامن رسالت میسر نہیں آیا تو غلط جگہوں پر پیشانیاں رکھ دیں۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرا جلسہ اس وقت کیا تھا جب صرف انبیائے کرام کی ارواح کو جمع کیا تھا، ابھی سرکار جلوہ گر نہیں ہوئے ہیں، سرکار کے جلوہ گر ہونے سے ہزاروں لاکھوں سال پہلے ارواح انبیاء کو جمع کر کے انبیا کی روحوں کو ان سے یہ کہا تھا، میثاق لیا تھا، عہد لیا تھا، اقر لیا تھا کہ جب میرا نبی جلوہ گر ہو تو اس کی تائید کروگے، جلوہ گر ہوگا تو تائید کروگے، تو انبیائے کرام نے فرمایا ہم تائید کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تائید کرنے والوں میں اور شہادت دینے والوں میں۔

آپ اندازہ فرمائیں ابھی سرکار جلوہ گر نہیں ہوئے مگر انبیائے کرام کی ارواح کو یہ ذمہ داری دے دی گئی کہ وہ اپنے اپنے دور نبوت میں اور اپنے اپنے عصر نبوت میں اپنی امت کو آگاہ کریں کہ آنے والا جلوہ گر ہونے والا ہے، چنانچہ ہر نبی نے اپنے اپنے دور میں یہ فریضہ انجام دیا، جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "**ان الله طلع من السینا وظهر من الشجر وطلع علی فاران**" اللہ سینا سے طلوع ہوا اور شجر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔

یہاں اللہ سے مراد نور خداوندی ہے، سرور کائنات کی ذات ہے، جو مظہر ذات خداوندی ہے اور مظہر صفات خداوندی ہے۔

عزیزان ملت اسلامیہ! آپ اندازہ فرمائیں جناب سلیمان علیہ السلام نے تسبیحات سلیمان کا ایک حصہ ہے بائبل کا جس میں یہ تسبیح کررہے ہیں مسجد اقصیٰ کی دیواروں کے نیچے اپنے رب کی تسبیح میں مصروف ہیں اور دوران تسبیح اچانک ان پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے، جیسے کسی کا عرفان، جیسے کسی کا مشاہدہ، جیسے محبوب کے قدموں میں پہنچ گئے ہوں اور کہتے ہیں کہ میرا دوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "خلو محمد ہم"

تبرانی کے الفاظ ہیں کہ میرا دوست محمد ہے، اس کی آواز بے پناہ شیریں ہیں، اس کا چہرہ انتہائی حسین اور تابناک ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں وہ قدسیوں کی جماعت کے ساتھ جلوہ گر ہو رہا ہے اور جب وہ آئے گا تو پچھلے کعبہ کا جلال پہلے کعبے سے بڑھ جائے گا پوری زمین کو اللہ کی حمد سے بھر دے گا، اللہ کی تعریف سے بھر دے گا، ابھی سرکار جلوہ گر نہیں ہوئے ہیں کہ ان کے ہی آنے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے قرآن عظیم نے اس کی گواہی دی کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی:

"واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدق لما بین یدیہ من التوراۃ مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد".

جب عیسی ابن مریم نے کہا تھا اے لوگو! میں تمہاری جانب اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، میرے ذمہ دو منصب اور ذمہ داریاں ہیں، نبوت کی توریت کی تصدیق کرنا، اور آنے والا پیغمبر جن کا نام احمد ہوگا اس کی گواہی دینا۔

چنانچہ جب رفع آسمانی کا مقام آیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ میں آسمان پر اٹھالیا جاؤں گا تو انھوں نے اپنے حواریوں کو جمع کیا، اپنے صحابہ کو جمع کیا اور کہا کہ میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں مجھے اٹھایا جانے والا ہے، تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور تڑپ اٹھے، حضور آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہے ہیں، ہم نے پوری دنیا آپ کے لیے چھوڑ دی، بادشاہوں کا جبر برداشت کیا، ظلم کی چکیوں میں پسیے گئے اور آپ ہمیں تنہا چھوڑ کے جا رہے ہیں، آپ مسیحا تھے، ہم بیمار ہوتے تو آپ کے پاس آتے تھے، نابینا ہوتے تو بینائی ملتی تھی، مرض میں مبتلا ہوتے تو شفا پاتے تھے، موت زندگی میں تبدیل ہو جاتی تھی اب ہم اپنا درد دل اور سوز جگر کس کی بارگاہ میں لے جائیں گے، تو کہا سنو! مجھے یقین ہے کہ اپنی قوم کو مکمل طور سے تسکین عطا نہیں کر سکا، میری قوم نے مجھے پہچانا نہیں، لیکن میرے بعد وہ جلوہ گر ہوگا میرے رب کی طرف سے جو تمہیں مکمل سکون عطا فرمائے گا، رحمت تمام بن کے جلوہ گر ہوگا، تمہیں شفا بھی عطا فرمائے گا، تمہیں نجات بھی بخشے گا، اس لیے میرا جانا ضروری ہے تا کہ وہ جلوہ گر ہو جو آخری نبی ہوگا جس کا نام فارقلیط ہوگا "پری کریوتاس" عبرانی کا لفظ ہے، عربی میں فارقلیط کہا گیا ہے، اس کا ترجمہ احمد ہوگا، آپ ذرا سوچئے ہم میلاد مصطفیٰ منا رہے ہیں، جناب آدم سے لے کر جناب مسیح تک ہر نبی نے میلاد مصطفیٰ منائی ہے، فرق یہ ہے کہ وہ کہہ رہے تھے وہ آرہے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ آرہے ہیں، اور ہم کہہ رہے ہیں وہ آگئے ہیں وہ آگئے ہیں، وہ آگئے ہیں۔

آمد مصطفیٰ نعمت کبریٰ ہے اور حصول نعمت پر خوشی کا اظہار کرنا امر خداوندی ہے، ارشاد ہے:

"قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فالیفرحوا ہو خیر مما یجمعون". (سورہ یونس: ۵۸)

ترجمہ:۔ اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے نزول) کے سبب انھیں چاہیے کہ خوشی منائیں، وہ

خوشی منانا ان سب چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم". (اٰل عمران)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انھیں میں سے عظمت والا رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، سورہ احزاب، آیت ۴۷ر میں آپ کو "فضل" اور سورہ انبیاء آیت ۱۰۷ر میں "رحمت" فرمایا گیا ہے، اور ایک مقام پر نعمت کا چرچا کرنے کا حکم بھی فرمایا:

"واما بنعمت ربک فحدث". (الضحیٰ)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔

"اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا واٰیۃ منک". (مائدۃ)

اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی۔ (کنز الایمان)

مندرجہ بالا دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے کہ انھوں نے اللہ کی بارگاہ میں ایک خوان نعمت اللہ کی نشانی کے طور پر نازل ہونے کی دعا کی اور نزول آیت و خوان نعمت کو اپنے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے عید کا دن قرار دیا، یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں، اس کی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں شکر بجالائیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا اور عبادتیں کرنا شکر الٰہی بجالانا طریقۂ صالحین ہے، اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

مفسرین کی وضاحت و صراحت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے فضل و رحمت کے عموم میں کائنات اور اس کے لوازمات بھی شمار ہوں گے، لیکن فضل و رحمت سے مطلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مراد ہوگی کہ کائنات کی نعمتیں اس نعمت عظمیٰ کے طفیل ہیں اور اس ذات کی تشریف آوری کا یوم بھی فضل و رحمت سے معمور ہے تو ثابت ہوا کہ یوم میلاد آپ ہی کی ذات بابرکات کے سبب اس قابل ہوا کہ اس دن اللہ کے حکم کے مطابق خوشی منائی جائے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میلاد کی خوشی کے لیے یوم کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ (سورہ آل عمران)

اسی طرح انبیائے کرام سے جو عہد لیا گیا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی، اس میں بھی کیا دلکش اسلوب ہے، رب ذوالجلال نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کی محفل میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ یوں فرمایا۔

ارشاد ہوا:

”واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمة ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ء اقررتم واخذتم علی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشٰهدین فمن تولی بعد ذٰلک فاولٰئک هم الفاسقون“.

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو نبی تم کو کتاب اور حکمت دے اور تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا تو فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت کے فوائد بیان کرتے ہوئے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ میلاد شریف سنت اللہ ہے، دیکھو مجلس میثاق میرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل تھی، جس میں حق تعالیٰ حضور کا میلاد فرمانے والا بزم انبیا سننے والی تھی، نبوت کی شیرینی اس مجلس کا تبرک تھا جو بقدر قابلیت انبیا کو تقسیم ہوا، خیال رہے کہ ولادت ہی کا نام محفل میلاد ہے، خواہ آئندہ کے لحاظ سے ہو یا گزشتہ کے اعتبار سے اور آگے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا نہ سید ہے نہ عالم نہ پیر نہ مسلمان کہ جب حضور کی مخالفت سے نبی نہیں رہتے تو اس کے ہوتے ہوئے مسلمان کیسے رہے گا، انبیائے کرام تو کفر و شرک کیا گناہوں سے بھی پاک ہیں پھر بھی ان سے یہ کہا گیا کہ جو کوئی روگردانی کرے وہ کافر ہے، اس سے امتوں کو دکھایا گیا کہ جب مقربین سے یہ خطاب ہے تو تم کس شمار میں ہو اگر تم نے اسلام سے منہ پھیرا تو اپنا انجام سمجھ لو۔

جشن میلاد جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کی خوشی میں مسرت و شادمانی کا اظہار ہے اور یہ ایسا عمل مبارک ہے جس سے ابو لہب جیسے کافر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی ولادت کی خوشی منائی اور اس کائنات میں اپنے وجود کے ظہور پر سپاس گزار ہوتے ہوئے ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ:

”عن ابی قتادة قال سئل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی“.

ترجمہ:۔ حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابۂ کرام کی چند محافل میلاد کا ذکر سماعت فرمائیے، جن میں نعتیں بھی پڑھی گئیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت

حسان کے لیے منبر پر چادر بچھائی اور انھوں نے منبر پر نعت پڑھی کہ: ؎

و احسن منک لم ترقط عینی
و اجمل منک لم تلد النساء

ترجمہ:۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سے زیادہ حسین کسی کو میری نگاہ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ حسین وجمیل کسی عورت نے بچہ جنا ہی نہیں۔

خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ:۔ یارسول اللہ آپ ہر عیب سے پاک وصاف و منزہ کر کے پیدا کیے گئے گویا کہ آپ اپنی مرضی وخوشی کے مطابق پیدا کیے گئے۔

پھر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

(صحیح بخاری ج ۱ رص ۶۵)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر بارگاہ رسالت میں ذکر میلاد مصطفیٰ پر مبنی اشعار پیش کیے۔(اسد الغابہ ج ۲ رص ۱۲۹)

حضرت عثمان بن ابی عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں خانۂ کعبہ کے پاس تھی، میں نے دیکھا کہ خانۂ کعبہ نور سے روشن ہوگیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر نہ گر پڑیں۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ رص ۹۴، خصائص الکبریٰ ج ۱ ر ۴۰، زرقانی ج ۱ رص ۱۱۶)

سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے، ایک مشرق میں گاڑا گیا تھا، دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانۂ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔

(سیرت حلبیہ ج ۱ رص ۱۰۱)

اس سے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر جھنڈے لگانے کی اصل بھی ثابت ہوئی، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر جلوس بھی نکالا جاتا ہے اور نعرۂ رسالت بھی بلند کیے جاتے ہیں، اس کی اصل حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہلیان مدینہ نے جلوس کی صورت میں استقبال کیا، حدیث شریف میں ہے کہ مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام گلیوں میں پھیل گئے، یہ سب باآواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد رسول اللہ، یا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔(صحیح مسلم)

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

□□□

اولیاء دار الولایۃ

از: محمد محفوظ خان رحمانی۔ جالون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت الٰہیہ یہ ہے کہ وہ دین حق کی حفاظت اور اشاعت کے لیے ہر عصر ہر دور ہر صدی اور ہر زمانہ میں اہل حق اصحاب علم ارباب بصیرت صاحبان کمال وفن کی ایک ایسی جماعت کو باقی رکھتا ہے جو دین حق کی آبیاری، چمنستان علم و عمل کی شادابی اور دین الٰہی کی ترویج واشاعت کے لیے تن من دھن کی قربانی پیش کرتے ہیں، ان کی زندگی میں آسائشوں سے خالی مشقتوں کے قافلے بھی ہوتے ہیں، اور سفر وحضر کی صعوبتیں اور مشقتیں بھی، خستہ مکانات بوسیدہ پوشاک، ٹھنڈے چولہے، کچی دیواریں، ٹپکتی چھتیں اور ویران زمینیں، ان کا ساز وسامان ہوتی ہیں، اس لیے نہیں کہ ان کے پاس دنیا کمانے کے اسباب یا ہمت نہ تھی، بلکہ اس لیے کہ ان کی زندگی کا مقصد کچھ اور تھا، یہ انسانیت کو باطل کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا چاہتے تھے، یہ ظلمتوں کو مٹا کر روشنیوں کو بسانا چاہتے تھے، یہ ویرانوں کو رونقوں میں تبدیل کرنا چاہتے تھے، یہ حق کا کلمہ بلند کرنا چاہتے تھے، خدا کے آخری پیغام کا پرچار ان کا نصب العین تھا، ترسّی انسانیت کو اللہ سے ملانا ان کا مقصود تھا۔

انھیں نفوس قدسیہ میں صاحب کشف وکرامات حضرت میر سید محمد ترمذی کالپوی و بحار معرفت وحقیقت کے شناور حضرت میر سید احمد کالپوی وجامع دانش صوری ومعنوی حضرت شاہ فضل اللہ کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی شامل ہیں۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

حضرت میر سید محمد ترمذی کالپوی

رضی اللہ عنہ

آپ کی اصل ترمذ کے صحیح النسب سادات کرام سے ہے، آبائے کرام توابع لاہور مقام جالندھر میں آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے، آپ کے والد ماجد حضرت میر سید ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گردش روزگار کی وجہ سے وطن عزیز سے چلے آئے اور دار الولایۃ کالپی شریف میں رہنے لگے تھے۔

حضرت میر سید محمد قدس سرہ نے عنفوان شباب میں شیخ

یونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی جو عالم باعمل اور محدث کامل تھے اور اجازت حدیث حاصل کی اور بعض کتب درسیہ کی تکمیل تھوڑے دنوں تک مولانا عمر حاج مئوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زیادہ تر جمال الاولیاء کوڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں پوری کی، فضیلت ظاہری میں بلند مرتبہ حاصل کیا اور فاطحۂ فراغ شیخ جمال الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھی، اور حضرت شیخ ہی سے طریقۂ عالیہ چشتیہ میں بیعت بھی ہوئے، نیز سلاسل قادریہ وسہروردیہ ومداریہ کی اجازت بھی پائی، حضرت شیخ نے آپ کو اپنی خاص الخاص عنایات سے نوازا اور جو امانتیں سلاسل اربعہ کے مشائخ سے آپ تک پہنچی تھیں، سب حضرت سید کے سپرد فرمائیں، پھر حضرت سید حسب ارشاد شیخ کوڑہ سے کالپی آئے اور سکونت پذیر ہوگئے، اور رب الارباب کی یاد اور اصحاب کی تلقین کو اپنا شیوہ بنالیا، چند مرتبہ آپ کالپی سے باہر بھی نکلے۔

حضرت میر سید محمد ترمذی رضی اللہ عنہ اور سفر اجمیر

آپ کے اہم سفروں میں اجمیر شریف کا سفر بھی ہے جو خواجہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کشش سے در پیش آیا، اس سفر میں آپ کے خلف الصدق حضرت میر سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کی رکاب سعادت میں ساتھ تھے، اس روز بہادر خاں کنبوہ ناظم شہر شہر کے باہر استقبال کے لیے آیا اور لوازم خدمات کمال نیاز مندی سے بجا لایا، آٹھ روز اس فردوس منظر مقام میں ٹھہرے رہے، ہر روز صبح وشام صوفیوں کے ساتھ مرقد مبارک پر حاضری وزیارت کے لیے جاتے اور مزار مطہر کے پاس مراقبہ میں بیٹھتے، صاحب معارج الولایت آپ کے بیان میں رقمطراز ہیں، جب آپ خواجہ پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت آپ پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی، حضرت خواجہ نے اس وقت آپ کو دو عدد پان کے پتے عنایت فرمائے، جب آپ کو افاقہ ہوا تو وہ دونوں پان کے پتے آپ کے ہاتھ میں موجود تھے، آپ نے شب گزاری بھی روضۂ مبارک کے اندر کی اور خواجہ صاحب کی روح اقدس سے ملاقات فرمائی اور بہت سے انوار و برکات حاصل کیے۔

حضرت میر اور قطبیت کبریٰ:

حضرت سید اواخر عمر میں عیسوی المشہد ہوگئے تھے اور قطبیت کبریٰ کے بلند مقام پر فائز تھے۔

صاحب مآثر الکرام فرماتے ہیں، عیسوی المشہد سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرما دیتے تھے، اسی طرح آپ بھی مردہ دلوں کو زندہ دل فرما دیا کرتے تھے، اور صاحب برکات الاولیا فرماتے ہیں، آپ سے کئی بار احیاء اموات (مردوں کو زندہ کرنے کا واقعہ) ہوا۔ حضرت شیخ کمال افسری قدس سرہ جو حضرت سید کے خلفائے خاص اور بزرگان دین میں ہیں اور بختاور خان نے اپنی تاریخ مرآۃ العالم میں تذکرۂ شعراء کے ضمن میں آپ کا نام لیا ہے، انھوں نے حضرت کی مدح میں مثنوی راح و ریحان میں اس مقام کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے:

(۱) دم عیسیٰ اگر احیاء گل کرد
دم جاں بخش او احیاء دل کرد

(۲) بود ہر صبح روشن کار ایں دم
کز استادان ایں کار است او ہم

(۱) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک پھونک نے اگر مٹی میں جان ڈال دی تو ان کی جاں بخش پھونک نے دل کو زندگی عطا کی۔

(۲) ہر روشن صبح کو یہ پھونک کام کرتی ہے کہ اس فن کے استاذوں کے دونوں کام ہیں۔

حضرت میر اور محبت الٰہی:

آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مجلس تلقین میں لفظ مبارک ''اللہ'' زبان سے ادا فرماتے تو پورے جذبہ وشوق کے ساتھ ادا فرماتے اور سامعین کو از خود رفتہ کردیتے تھے، ایک روز آپ کے پانچ سالہ لڑکے کا انتقال ہوگیا تو تین روز تک اس کلمۂ شریفہ ''اللہ'' کے اظہار میں لب نہ کھولے تا کہ لڑکے کی وفات کا غم واندوہ محبت الٰہی میں شامل نہ ہوجائے۔

وصال اقدس:

علم وعمل کا یہ آفتاب وماہتاب اپنے علم کی ضیاء پاشیاں کرتا ہوا (۲۶؍شعبان المعظم بروز سہ شنبہ ۱۱۷۱ھ میں) روپوش ہوگیا۔

آپ کی مقدس آرام گاہ کالپی شریف ضلع جالون میں ہے۔

تاریخ رحلت:

(۱) غوث عالم یگانۂ آفاق
میر سید محمد ذیشاں

(۲) گفت تاریخ رحلتش آزاد
رفت قطب زماں بسوئے جناں

۱ ۷ ۰ ۱ ھ

(۱) یعنی جہان والوں کے فریادرس زمانے کے یکتا، میر سید محمد جوشان والے ہیں۔

(۲) آزاد نے ان کے رحلت کی یہ تاریخ کہی، زمانے کے قطب جنت کی طرف چلے گئے۔

حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی

رضی اللہ عنہ

حضرت میر سید احمد ترمذی کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلف ومرید وخلیفہ میر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ جامع علوم ظاہری وباطنی اور بحار معرفت و حقیقت کے شناور تھے، آغاز شعور سے ہی لمعۂ ہدایت اور نور ولایت پیشانی ہمایوں سے دمکتا تھا، مبدأ فیاض جل شانہ نے جمال صورت اور کمال معنی دونوں سے خوب نوازا تھا، تمام صفات پسندیدہ اور خصائل محبوبہ خصوصاً سخاوت، ایثار، خلوص ومروت وغیرہ کو آپ کے عنصر لطیف میں ودیعت کیا تھا، شروع میں ظاہر علوم حاصل کرنے میں کوشش فرمائی، کچھ عرصہ والد ماجد کے پاس تحصیل علم کی، پھر حسامی سے تفسیر بیضاوی تک شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ کے پاس پڑھی اور دست بیعت والد ماجد کے ہاتھ میں دیا، اور طریقۂ محمدیہ پر نہایت کاربند رہے۔

چوبیس سال کی عمر پاک میں والد پاک کی مسند پر متمکن ہوئے، اور ارشاد و تلقین کی محفل گرم کی، حق تعالیٰ نے آپ کو عقیدت و شہرت کا بڑا حصہ عطا فرمایا تھا، آپ نے اپنے مقدس آستانہ کو ہر شریف و رذیل کا قبلۂ حاجات بنا دیا تھا اس کے باوجود آپ کا کوئی وقت فقر و انکسار سے خالی نہیں گزرتا تھا، آفتاب عالم تاب کی طرح آپ کی توجہ و التفات کی کرنیں سب پر یکساں پڑتی تھیں، والد پاک آپ پر غایت درجہ عنایت فرماتے تھے اور کہتے تھے:

''محمد واحمد یکے است''

(محمد واحمد دونوں ایک ہی ہیں)

خواجۂ اعظم کا سید کے سر پر دستار باندھنا:

آپ جس روز خواجہ بزرگ حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار سے رخصت ہوئے تو فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے ہمیں رخصت کیا اور دستار سید احمد کے سر پر باندھی اور فرمایا کہ:

''ایں مجلس چشت را گرم می سازد''

(یہ لڑکا مجلس چشتیہ کو گرم کرے گا)

بس یہی وجہ ہے کہ آپ سماع کے نہایت شائق تھے اور حضرت والد اقدس کے احتراز کے باوجود ان کے حین حیات میں بھی سماع و سرود میں علانیہ مشغولیت رکھتے، پھر والد پاک کے انتقال کے بعد ایام عرس میں بھی مجلس سماع آراستہ کرتے تھے، شیخ محمد افضل الٰہ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر سن کر نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا کہ اب تو ایام عرس میں میرا آنا محال ہوگیا، کیوں کہ یاروں کی موافقت مجھ سے نہیں ہوسکتی مگر یاروں کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتا، حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو خط یکے بعد دیگرے لکھے اور نہایت تاکید سے بلایا، شیخ محمد افضل آخری خط کے آنے پر کالپی شریف تشریف لائے، حضرت کے آنے پر سرود موقوف کر دیا، لیکن تین روز تک کھانا نہیں تناول فرمایا، ان دنوں جب بھی شیخ سے ملاقات کرتے تو ناصحین کی اور حضرت والد پاک کے مریدین کی جو باب سماع میں ملامت کا ہنگامہ برپا کیے ہوئے تھے شکایت کرتے، آخر کار تیسرے روز بھی شکایت کی (اور سماع کی خواہش ظاہر کی) شیخ نے تسلی کے لیے بہت سے الفاظ کہے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا، نماز ادا کرنے کے بعد پھر وہی گفتگو شروع کر دی اور نماز مغرب کے بعد بھی یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا، شیخ نے اس کا علاج یہی دیکھا کہ قوالوں کو بلایا جائے، پوچھا قوال کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا ہم حاضر ہیں، فرمایا تم سب اپنے کام میں مشغول کیوں نہیں ہوتے؟ قوال اجازت پاکر سرگرم سرود ہوگئے اور حضرت سید کا دل شاد ہوگیا، عرض کیا میاں جیو! میں بھی گاؤں گا پھر رومال اور تسبیح ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے، لفظ مبارک ''اللہ'' زبان پاک سے ادا فرمایا، حاضرین پر عجب اثر ہوا اور ایک جماعت تو بے خود ہوگئی۔ حضرت شیخ قوالوں کو اجازت دے کر خود مجلس سے باہر آگئے تھے۔

سید کی توجہ اور کرامت:

آپ کی توجہ میں بڑا اثر تھا، جس شخص پر توجہ کی نظر پڑ جاتی وہ بے خود ہوکر گر پڑتا تھا، ایک مرتبہ آپ کا ایک مخلص مرید تھا، اس نے کپڑے سلوا کر آپ کی نذر کیے اور عاجزانہ عرض کرنے لگا کہ حضور یہ لباس زیب تن فرمالیں، بڑی نوازش ہوگی، آپ وہی کپڑے پہن کر جمعہ کی نماز پڑھنے چلے گئے، نماز پوری ہونے کے بعد ایک شخص نے جسے تشرع کا دعویٰ تھا، آستین کی لمبائی پر اعتراض کیا، آپ نے اس کی آستین اپنے ہاتھ سے پکڑی اور اپنی آستین اس کے ہاتھ میں دی، اس شخص کی آستین اتنی لمبی ہوگئی کہ وہ شخص شرمندہ ہوا اور آپ کی آستین گٹوں تک رہ گئی۔

رحلت پاک:

۱۹ر صفر ۸۴ ۱۰ھ میں آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور آپ کا مزار پر انوار کالپی شریف ضلع جالون میں زیارت گاہ عالم ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

حضرت سید شاہ میر فضل اللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ میر سید احمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند رشید اور خلیفہ تھے، آپ مشائخین کرام اور عارفین عظام سے تھے، جامع دانش صوری و معنوی تھے، عبادت اور زہد وتقویٰ میں ممتاز تھے اور مشائخین عصر میں معزز اور مقبول تھے۔

حضرت علامہ شاہ شیخ محمد افضل الٰہ آبادی فرماتے ہیں:

عمان فضل سید فضل اللہ آنکہ ہست
بر شان فقرش از عملی وعلم دو گواہ

یعنی فضل کا سمندر سید فضل اللہ ہیں، جن کی شان فقر پر علم وعمل کے دو گواہ موجود ہیں۔

حضرت میر کی کرامت:

منقول ہے کہ ایک وقت چار شخص آپ کے پاس آئے اور عرض کی: ہم لوگوں کے دل قساوت اور حب دنیوی سے پتھر ہورہے ہیں، کبھی ہماری آنکھوں میں آنسو نہیں آئے، آپ کا نام سن کر بہت دور سے آئے ہیں، اس وقت آپ اپنے وطن جالندھر کو خط لکھ رہے تھے، آپ نے خط چھوڑ دیا اور ایسی توجہ فرمائی کہ چاروں شخص مرغ بسمل کے مثل تڑپنے لگے، آپ کے چہرۂ مبارک کا عکس تجلی ستون ہائے ایوان پر کہ قلعی سنگ مرمر سے مثل آئینہ کے تھا، چمکنے لگا۔ اور وہ چاروں دوپہر تک حالت بے خودی اور بے ہوشی میں پڑے رہے، پھر افاقہ کے بعد آپ سے بیعت کی، اس طرح ہزارہا لوگ آپ کی ذات فیض آیات سے مستفیض ہوئے۔ (عمدۃ الصحائف)

وصال پاک:

۱۴ر ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا:

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

❀❀❀

خیر و خبر

ادارہ

۷۰ رواں عرس امجدی گھوسی (پہلا دن)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کا سترواں عرس مقدس یکم ذیقعدہ بروز جمعہ ۱۴۳۷ھ بمطابق ۵/اگست ۲۰۱۶ء کو بعد نماز عشا جامعہ امجدیہ رضویہ کریم الدین پور گھوسی مئو کے وسیع و عریض صحن میں نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ کے زیر سرپرستی منعقد ہوا۔

جس کی نظامت حضرت مولانا رجب علی ضیائی نے انجام دی اور اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے اس بزم کا افتتاح اللہ کے اس مقدس کلام سے کرنے کے لیے حضرت حافظ وقاری خادم رسول امجدی کو مدعو کیا، جس کے اعلان ''فأتوابسورة من مثلہ'' کوسن کر کے اپنے آپ کو عرب العرباء افصح الفصحاء کہنے والے انگشت بدنداں ہو گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔

بعدہٗ ایک طالب علم کی نعت خوانی ہوئی اور اس کے بعد انگریزی میں تقریر کرنے کے لیے ایک ہونہار اور کمسن طالب علم کو مدعو کیا گیا جس نے انگریزی زبان میں عظمت والدین پر ایک پر مغز تقریر کی، اس کے بعد نقیب بزم نے عربی میں تقریر کرنے کے لیے جامعہ ہی کے ایک طالبعلم غلام نبی درجۂ فضیلت کو مدعو کیا، بعدہٗ منقبت پیش کرنے کے لیے عبد المنان کلامی امجدی کو سامعین کے روبرو کیا جنھوں نے بارگاہ صدر الشریعہ میں خراج عقیدت پیش کی، اس کے بعد عبد الجبار متعلم جامعہ ہذا نے تقریر کی، ان کے بعد نقیب بزم نے نیپال سے آئے ہوئے مہمان خطیب حضرت مولانا شفیق اللہ چترویدی امجدی کو خطاب کرنے کے لیے مسند خطابت پر حاضر کیا، جنھوں نے اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن و احادیث کی روشنی میں واضح کیا، بعدہٗ دبئی سے آئے ہوئے ایک کمسن نعت خواں نے مدح سرائی کی، اس کے بعد سلطانپور سے آئے مہمان خطیب تلمیذ حضور محدث کبیر مفتی ابوطالب صاحب قبلہ کو مدعو کیا گیا، جنھوں نے صدر الشریعہ کی حیات کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا اور فرمایا:

''اعلیٰ حضرت کی تمام کرامتوں میں سے ایک کرامت کا نام حضور صدر الشریعہ ہے اور اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنا روحانی بیٹا بنالیا تھا اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو وکیل بالبیعت بنالیا تھا''۔

بعدہٗ طلبۂ جامعہ نے یوم اساتذہ منایا اور تمام اساتذہ کی گلپوشی کرتے ہوئے اساتذہ کی دعائیں لیں، اس کے بعد

جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب قبلہ نے اساتذہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد ان طلبہ کو حضور محدث کبیر کے مقدس ہاتھوں سے انعامات سے نوازا گیا جنھوں نے اپنی جماعت میں اول اور دوم پوزیشن حاصل کی۔

بعدہٗ نقیب بزم نے حضرت مولانا انیس عالم سیوانی صاحب قبلہ کو مدعو کیا، انھوں نے دوران تقریر فرمایا کہ ”حضور محدث کبیر جس مناظرے میں شرکت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دست اقدس پر فتح عطا فرماتا ہے“۔

آگے فرماتے ہیں ”اعلیٰ حضرت کو صدر الشریعہ پر کامل بھروسہ تھا اور آج تاج الشریعہ کو محدث کبیر پر مکمل اعتماد ہے“۔

عرس امجدی کی اس پہلی شب کا اختتام صلوٰۃ و سلام اور حضور محدث کبیر کی رقت آمیز دعاؤں پر ہوا۔

اس پہلی شب میں ہندوستان بھر کے بہت سے علما و مشائخ نے شرکت کی، جن میں قابل ذکر علما کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

شہزادگان صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ و حضرت علامہ مولانا فداء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری، شہزادگان محدث کبیر حضرت مولانا مفتی جمال مصطفیٰ قادری، مولانا علاء المصطفیٰ قادری، مولانا ابو یوسف محمد قادری، حضرت علامہ مولانا محمد صدیق صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ ہٰذا، حضرت مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی، مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، مفتی ابوالحسن قادری صدر دار الافتا جامعہ ہٰذا، حضرت مولانا عبدالمبین مصباحی وغیرہم۔

رپورٹر:۔ احمد رضا نظامی

متعلم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۷۰ /واں عرس امجدی گھوسی (دوسرا دن)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۲/ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ بروز سنیچر بمطابق ۶/اگست ۲۰۱۶ء کو فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ و مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز (مصنف بہار شریعت) کا عرس مبارک زیر سرپرستی، ممتاز الفقہا، رئیس المناظرین، سلطان الاساتذہ، حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی انعقاد ہوا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔

بعدہٗ مناظر اہل سنت، قاطع شرک و بدعت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے پندرہ منٹ تک حضرت صدر الشریعہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فقہی مقامات کے موضوع پر زبردست تقریر کیا جس سے مجمع کے اوپر سکتہ سا چھا گیا، پھر حضرت نے اس پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری مولوی شاداب احمد اعظمی گھوسوی کے حوالہ کیا، نقیب اجلاس نے حضرت مولانا فیضان رضا استاذ فضل رحمانیہ پچپڑوا کا اعلان کیا، موصوف گرامی نے اعلیٰ حضرت و خانوادۂ رضا اور صدر الشریعہ و خانوادۂ صدر الشریعہ بالخصوص حضرت تاج الشریعہ و محدث کبیر کے حق گوئی و استقامت علی الدین پر مختصر مگر اجمع تقریر کیا، پھر نقیب اجلاس نے شہزادۂ عبدالمصطفیٰ ردولوی حشمتی مولانا تنویر رضا امجدی حشمتی کو مدعو کیا، موصوف نے خطبہ مسنونہ کے بعد علما کے مابین اختلافات کے تعلق سے گفتگو کی اور بتایا کہ ”اس دور میں ہر شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے اکابرین سے اختلاف کرتا ہے، جو سراسر غلط ہے، اس لیے

ضروری ہے کہ سب لوگ اپنے اکابر و بزرگ علما کا احترام کریں اور ان کی باتیں مانیں جیسا کہ سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر اطمینان و اتحاد کے ساتھ چلا جا سکے، ہمارے اکابرین سے موجودہ دور میں حضرت تاج الشریعہ و محدث کبیر ہیں''۔

پھر نقیب اجلاس نے یورپ کنٹری انگلینڈ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مفتی زاہد حسین کو سامعین کے روبرو کیا، موصوف گرامی قدر نے مختصر وقت میں انگریزی زبان میں غیر مقلدین، وہابی و دیوبندی کا رد کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ کتاب بہار شریعت و شہزادۂ حضور صدر الشریعہ حضور محدث کبیر کی حیات و خدمات کے تعلق سے بھر پور خطاب کیا۔

نقیب اجلاس نے شہزادۂ محدث کبیر حضرت مولانا ابو یوسف محمد ازہری کو وعظ کے لیے دعوت دی، حضرت نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے علمی و فقہی مقام اور اعلیٰ حضرت سے تعلق و محدث سورتی کی تدریس کے موضوع پر خطاب کیا اور بتایا کہ اعلیٰ حضرت نے امجد علی اعظمی کو صدر الشریعہ بنایا تھا اور آپ کے تفقہ فی الدین پر ان کو پورے طور پر اعتماد تھا جس کی بنیاد پر آپ کو قاضی ہندوستان بنایا تھا اور محدث سورتی آپ کے تعلق سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے کسی نے پڑھا تو وہ امجد علی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ ''میرا امجد مجد کا پکا، اس سے بہت کچیاتے یہ ہیں''۔

پھر مفتی کمال اختر چیرہ محمد پور کو مدعو کیا گیا، حضرت نے خطبہ کے بعد اپنی تقریر کا آغاز نعت پاک ''حبیب خدا کا نظارہ کروں میں، دل و جان ان پہ نثارا کروں میں'' سے کیا اور بتایا کہ اس دور میں جتنے سنی علما پائے جا رہے ہیں وہ سب کے سب حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد ہیں یا شاگردوں کے شاگرد ہیں اور بتایا کہ کنز الایمان کو جیسے ہی کھولتے ہیں حضرت صدر الشریعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کیوں کہ حضرت صدر الشریعہ کے گزارش کرنے ہی پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کا ترجمہ کروایا تھا، اس طور پر کہ اعلیٰ حضرت بولتے جاتے اور حضور صدر الشریعہ املا کرتے جاتے۔

پھر شیر کالپی، سید السادات حضرت سید غیاث الدین مدظلہ العالی اسٹیج پر تشریف لائے۔

حضرت شیر کالپی نے اپنی قیمتی تقریر کا آغاز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور زمانہ کلام ''ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم، جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں'' سے کیا اور بیان فرمایا کہ ''ہمارے اجداد نے اعلیٰ حضرت سے پیار کیا اور حضور مفتی اعظم ہند سے پیار کیا، اور اس وقت ہم لوگ بھی خانوادۂ رضا کے چشم و چراغ تاج الشریعہ سے پیار کرتے ہیں، اور گھوسی شریف کے صدر الشریعہ سے بھی محبت کرتے ہیں، کیوں کہ حضرت صدر الشریعہ کا تعلق اعلیٰ حضرت بریلوی سے رہا ہے اور یہ رشتہ آج بھی قائم ہے، حضور محدث کبیر کا تعلق و رشتہ حضور اعلیٰ حضرت و تاج الشریعہ سے خوب گہرا ہے جس کی وجہ سے ہم خانوادۂ صدر الشریعہ سے بھی محبت و پیار کرتے ہیں''۔

اس کے بعد مفتی اختر حسین علیمی جمد اشاہی رونق اسٹیج ہوئے، حضرت نے خطبہ کے بعد قرآن مقدسہ کی آیت پاک ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء'' کو اپنا موضوع سخن بنایا اور بتایا کہ آج کا یہ پروگرام کی نسبت اس بزرگ کی جانب ہے جنھوں نے اپنے مختصر سی زندگی میں ایسا قیمتی سرمایہ دیا ہے جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے مشعل راہ ہے، ان سے فیض

پالنے والوں میں بڑے بڑے مدبرین ہیں، بڑے بڑے مفکرین ہیں، ان کے شاگرد ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلے ہوئے ہیں، حضور صدر الشریعہ کبھی بھی جذبات سے مغلوب ہو کر فتویٰ صادر نہیں نہیں فرمایا کرتے تھے جس کی مثال فتاویٰ امجدیہ اور اس میں لکھے ہوئے مسائل ہیں، آج میرے دل میں کسی نے اعلیٰ حضرت کی محبت کا چراغ جلایا ہے تو وہ استاذ گرامی مفتی شبیر حسن رونا ہی ہیں، اس دور میں جو اعلیٰ حضرت سے محبت کرتے ہیں وہ علما سے محبت کرتے ہیں اولیا سے بھی محبت کرتے ہیں، صحابہ سے بھی محبت کرتے ہیں۔

پھر مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی مجیب اشرف مدظلہ العالی کو دعوت خطاب دی گئی، حضرت نے فرمایا کہ علم کا سب سے اعلیٰ مقام وہ ہے جو بذریعۂ وحی ہوتا ہے، وحی الٰہی و وحی نبوت کا فرق بتاتے ہوئے بتایا کہ حضرت صدر الشریعہ وحی نبوت کے ذریعہ حاصل شدہ علوم کے وارث وامین تھے۔

پھر ۱۲:۳۰ ؍منٹ پر قل شریف ہوا۔

قل شریف کے بعد مقرر خصوصی، ممبر آف پارلیمنٹ علامہ غلام رسول بلیاوی صاحب قبلہ علما و عوام کے سامنے تشریف لائے، حضرت بلیاوی صاحب نے بیان دیا کہ دشمن چاہے جتنا صحت مند ہو لیکن جب حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر سے ٹکراؤ ہوتا ہے تو اس کو ٹوٹنے میں اور خراب ہونے میں کوئی زیادہ ٹائم نہیں لگتا ہے۔

اگر کسی کے دل میں مسلک اعلیٰ حضرت کی محبت ہوگی تو وہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر کی ڈانٹ کو ڈانٹ نہیں سمجھے گا بلکہ اس کو نعمت سمجھ کر پسینے چہروں پر مل لے گا اور کہے گا کہ مجھے تنہا مت سمجھنا بلکہ میرا بازو تھامنے والے آج بھی میرے بزرگ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر موجود ہیں۔

آتنگ وادی کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو ملک پر حملہ کرتا ہے اور دوسرا وہ جو سنیت پر حملہ کرتا ہے، خواہ وہ پاکستان کا پادری ہو یا اس کے علاوہ صوفی کانفرنس کرنے والے ہوں، صوفیت کا سبق سیکھنا ہو تو بریلی امام احمد رضا کی بارگاہ میں چلو۔

مولانا غلام رسول بلیاوی کی تقریر کے بعد جامعہ ہٰذا سے فارغ ہونے والے علما و حفاظ و قراء کی دستار بندی کی گئی، جن کی تعداد ۱۵۱ ؍تھی۔

عرس پاک کی تقریب میں حضور محدث کبیر کی طرف سے صدر الشریعہ ایوارڈ مفتی شمشاد احمد صاحب کو عطا کیا گیا، نیز حضور محدث کبیر مدظلہ العالی نے جامعہ ہٰذا کے سینئر استاذ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کو اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۳ ؍بج کر ۱۵ ؍منٹ پر صلوٰۃ و سلام و دعا کے بعد جلسے کا اختتام ہوا۔

فارغین ۳۷-۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶-۲۰۱۵ء

درجہ	تعداد
تحقیق فی الفقہ	۶
درجہ فضیلت	۷۲
درجہ فضیلت خصوصی	۱۰
درجۂ حفظ	۴
درجہ قراءت سبعہ	۳
درجہ قراءت حفص	۵۶
میزان	۱۵۱

☆☆☆

امتحان سالانہ ۲۰۱۶ء میں اپنے درجہ میں اول/دوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کی فہرست

نمبر شمار	نام طالب علم	ضلع	جماعت	پوزیشن	فیصد	اسمائے کتب
1	محمد احمد	گھوسی	تخصص سال دوم	اول	83.40%	کشف الاستار مکمل
2	شرف الدین	مدھوبنی	〃	دوم	83.20%	فتاویٰ مصطفویہ
3	افروز احمد	بلرامپور	تخصص سال اول	اول	81.90%	کشف الاستار مکمل
4	شاداب احمد	گھوسی	〃	دوم	81.50%	فتاویٰ مصطفویہ
5	محمد اطیع الرحمٰن	موتی ہاری	فضیلت	اول	83.79%	تفسیرات احمد عربی
6	محمد ماجد رضا	گڑھوا	〃	دوم	80.71%	فتاویٰ امجدیہ جلد اول
7	محمد امتیاز عالم	بنارس	سابعہ	اول	84.25%	بخاری شریف اول
8	نواز شریف	〃	〃	دوم	82.56%	بخاری شریف دوم
9	محمد ابوذر	گھوسی	سادسہ	اول	85.31%	ترمذی شریف
10	محمد محسن رضا	ناگور	〃	دوم	82.56%	ہدایہ آخرین
11	اعجاز احمد	بہرائچ	خامسہ	اول	84.25%	مشکوۃ شریف
12	محمد ہاشم	اندور	〃	دوم	80.38%	ہدایہ اولین
13	محمد عارف رضا	گڑھوا	رابعہ	اول	77.81%	شرح وقایہ دوم
14	محمد نعیم	بہرائچ	〃	دوم	76.63%	شرح وقایہ اول
15	محمد سلیمان نظامی	ممبئی	ثالثہ	اول	83.69%	کنز الدقائق
16	محمد زبیر رضا	اعظم گڑھ	〃	دوم	83.38%	مختصر القدوری
17	محمد جاوید	کبیر نگر	ثانیہ	اول	86.07%	نور الایضاح
18	محمد غوث اکبر نوری	پورنیہ	〃	دوم	81.14%	المختار
19	زبیر احمد	سراوستی	اولیٰ	اول	85.06%	ہدایۃ النحو

20	فیروز احمد	بستی	//	دوم	80.63%	علم الصیغہ
21	محمد امروز	دلدار نگر	اعدادیہ	اول	83.44%	نحو میر
22	شاکر احمد بیگ	اننت ناگ	//	دوم	80.80%	میزان الصرف
23	محمد آصف	گھوسی	حفظ (الف)	اول	81.75%	قانون شریعت
24	محمد عمر غزالی	گھوسی	//	دوم	71.00%	احکام شریعت
25	غلام محمد	مئو	حفظ (ب)	اول	76.75%	قانون شریعت
26	اظہار احمد	اعظم گڑھ	//	دوم	70.50%	احکام شریعت
27	محمد شمشاد عالم	ویشالی	سبعہ سال اول	اول	75.75%	عزیز القاری
28	محمد جنید رضا غوثی	جمشید پور	//	دوم	72.75%	//
29	انیس القمر	کٹیہار	سبعہ سال دوم	اول	72.16%	//
30	محمد معروف	امیٹھی	روایت حفص سال اول خصوصی	دوم	72.33%	روایت حفص کا مکمل کورس
31	محمد آصف	گھوسی	روایت حفص سال دوم خصوصی	اول	78.16%	// //
32	محمد طیب رضا	غازیپور	//	دوم	76.00%	// //
33	عباس علی	مہراج گنج	روایت حفص سال اول عمومی	اول	70.25%	// //
34	محمد نوشاد	موتی ہاری	//	دوم	65.75%	// //
35	محمد نظام الدین	بہرائچ	روایت حفص سال دوم عمومی	اول	71.50%	// //
36	محمد محسن رضا	ناگور شریف	//	دوم	71.00%	// //

پورے جامعہ میں اول پوزیشن حاصل کرنے والا طالب علم

1	محمد جاوید	کبیر نگر	ثانیہ	جامعہ میں اول	86.07%	بہار شریعت مکمل سیٹ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

علم و فضل کی ایک انجمن

بقلم غلام مصطفیٰ رضوی

جو آفتاب ۱۹۴۶ء میں دکن ہند میں طلوع ہوا تھا وہ ٦ر اکتوبر کو عروس البلاد کراچی میں غروب ہو گیا، یہ روح فرسا اطلاع سوہان روح بنی کہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحلت فرما گئے، **انا للہ و انا الیہ راجعون.**

قبلہ شاہ صاحب کی ذات بڑی ہمہ جہت، ہمہ وصف اور گونا گوں خوبیوں کی حامل تھی۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک تحریک تھے، ایک تنظیم تھے، پوری بزم تھے، جن کا چلا جانا بزم کا سونی ہو جانا ہے، جن کی رحلت لاکھوں دلوں کو تڑپا گئی، رہتے تھے کراچی میں لیکن دنیائے سنیت کے دلوں میں دھڑکتے تھے، دوری و قرب سے ان کی ذات ورا تھی، رب نے ان کے فیضان سے دور و نزدیک کو سیراب کیا۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ ہند کی زمین سے اٹھے اور عالم پر چھا گئے ۱۹۵۱ء میں ہجرت کر کے ہند سے سندھ جا پہنچے، کراچی جا بسے، سیادت کا جمال تھا ہی علم و فضل کے کمال نے چمکا دیا، روحانی تشنگی بریلی شریف میں بجھی، حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک پر بیعت ہوئے خلافت سے بھی نوازے گئے، کئی چشموں سے سیرابی کی، لاکھوں تشنہ کاموں کی پیاس بجھائی، سلسلۂ قادریہ رضویہ کے عظیم شیخ تھے، ارادت مندوں کا حلقہ کئی ملکوں میں پھیلا ہوا ہے جن میں علما و مدبر بھی ہیں، دانشور اور اہل قلم بھی اور سرکردہ شخصیات و صاحب فکر و فن بھی۔

قبلہ شاہ صاحب کو رب قدیر نے حکمت و تدبر اور دانش و تدبیر سے نوازا تھا، آپ کے دم قدم سے کئی شعبوں میں خدمت دین متین کا سلسلہ وسیع ہوا، گستاخان بارگاہ رسالت کے مقابل آپ نے کئی تحریکوں کو دوام بخشا، مختلف محاذوں پر علم و حکمت کے ساتھ ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے خدمات پیش کیں، قادیانی اور اس نوع کے دیگر گستاخوں کی سازشوں کا دنداں شکن جواب دیا، آپ کے ایستادہ خطوط پر کثیر تنظیمیں فعال ہیں اور مختلف شعبوں میں خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

قادر مطلق نے خطابت کے جوہر سے بھی نوازا تھا، اچھوتا انداز، راقم جیسے لاکھوں نوجوان آپ کے اسلوب خطابت کے باعث متاثر ہوئے، بلا شبہ ہزاروں عنوانات پر آپ نے خطبے ارشاد فرمائے، موضوع کا حق ادا کر دیا، سلاست زباں و بیاں نکھرا انداز، صاف و شستہ لہجہ، غیر ضروری الفاظ سے اجتناب، صرف کام کی باتیں، استدلال کی زبردست قوت، کتاب و سنت سے جب دلائل پیش

کرتے تو زور بیاں دیدنی وشنیدنی ہوتا، سادگی ومتانت لفظ لفظ سے ٹپکتی، سمجھانے کا انداز اس قدر عام فہم کہ کم علم بھی مفہوم تک رسائی حاصل کر لیتا، اس لیے انٹرنیٹ پر بھی آپ کی خطابت کی مقبولیت ہے، رہتے کراچی میں تھے لیکن فیضان علمی سے ہند کیا افریقہ و امریکہ، یورپ وعرب سبھی مستنیر ہوئے۔

ایک درجن سے زائد کتابیں یادگار ہیں جن میں علم و وسعت مطالعہ کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے، تصنیف وتالیف کا نکھرا ذوق آپ کے اخلاص عمل پر دال ہے، تحریر میں تاثیر ہے، فکر کا جوہر تاباں سطر سطر سے ظاہر ہے، ہند و پاک سے آپ کی تصانیف کے بہ کثرت ایڈیشن چھپ چکے ہیں، چند تصانیف کے نام اس طرح ہیں:

(۱) ضیاء الحدیث

(۲) جمال مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) تصوف وطریقت

(۴) دعوت وتنظیم

(۵) فلاح دارین

(۶) خواتین ودینی مسائل

(۷) کتاب الصلوٰۃ

(۸) مسنون دعائیں

(۹) تفسیر سورۂ فاتحہ

(۱۰) اسلامی عقائد

(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت

(۱۲) ثنائے سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسلک اسلاف پر سختی سے کار بند تھے، دین کے معاملے میں کبھی مداہنت نہیں کی، احقاق حق وابطال باطل میں نمایاں کردار ادا کیا، بلا خوفِ لومۃ لائم مسلک حق کا تحفظ کیا اور ہر سازش کا مناسب و بروقت علمی جواب دے کر گلشن اسلام کی حفاظت کی، مسلک رضا کے مخصوص داعی تھے، شریعت کی حفاظت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ ایسے دور میں جب کہ شرعی قدروں کی پامالی عام ہے، حفاظت شریعت کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور اپنی تقویٰ شعار زندگی سے اسلامی احکام پر عمل کا نمونہ پیش کرتے رہے۔

صلہ وستائش سے بے پروا ہوکر رضائے الٰہی کی خاطر دین وسنّیت کی اشاعت کی، اخلاص عمل کے جوہر سے آراستہ تھے، یہی وجہ ہے کہ فراعنۂ عصر آپ کو لرزہ بر اندام نہ کر سکے، ارباب سیاست آپ کے ضمیر کا سودا نہ کر سکے، ہر محاذ پر باطل نامراد ہوا، جیت ہمیشہ حق کی ہوئی۔ مردِ مومن و امام دوراں تھے جن کی بے باکی نے ایوان اقتدار کو بھی ہلا کر رکھ دیا، اپنی درویشی میں مقام رفیع کو آپ نے مستور رکھا۔ صاحب دل تھے، روحانی اعتبار سے مقام بلند پر فائز تھے۔ مخدوم تھے لیکن خادمانہ حیات

پیش کی۔ باکمال تھے لیکن خاکساری آختیار کی۔ صاحب دل تھے لیکن فقر میں اسے چھپائے رکھا، صبر اختیار کیا، ایام رخصت میں بھی فرائض و واجبات کو مقدم رکھا، آپ نے اپنی عملی زندگی سے اسلاف کرام کی مبارک زندگیوں کی یادتازہ کردی۔

فکر رضا، تحقیقات رضا، تصانیف رضا، کلام رضا، سلسلۂ رضا کی نشر واشاعت میں مثالی کردار پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت سے بے پناہ عقیدت تھی، یہی سبب ہے کہ نگارشات رضا کی اشاعت میں بھی حصہ لیتے رہے، نسبتوں کا احترام کرتے تھے، احکام شرع میں بریلی شریف کے محتاط فتووں پر عمل کرتے، مسلک عشق وعرفاں کے کامیاب مبلغ تھے، سچے عاشق رسول تھے، سفیر مسلک رضا تھے، حضور تاج الشریعہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے، جمیع اکابر اہل سنت کا احترام فرماتے، سبھی سلاسل حقہ کی توقیر فرماتے۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے اپنے کام کی جولان گاہ بنجر زمینوں کو بنائی، کامیابی کے ساتھ انھیں گلزار فرمایا، مسلک اسلاف کی ترجمانی کی، فکر رضا کی نمائندگی کی، حق کی ترسیل کی، کئی میادین کو اپنی خدمات سے سیراب کیا، داعیانہ فہم و فراست کے ساتھ اشاعت اسلام کی، مستند تدریس سے طلبہ میں علم و عرفان کے جوہر تقسیم کیے، تزکیہ وسلوک کے مسافروں کو منزل مقصود تک پہنچایا، قادریت کے جام لٹائے، رضویت کے روحانی دھارے سے پیاسوں کو سیراب کیا، امور شرع میں رہبری کی، طریقت کی وادیوں کو سیراب کیا، بے شرع صوفیا کی شناعت سے باخبر کیا، بدعات ومنکرات سے خلق کثیر کو بچایا۔ بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک تھے، کئی چشموں سے سیراب تھے، کئی بزرگوں کے فیض یافتہ تھے، کئی نسبتوں کے حامل تھے۔ اللہ کریم ان کی تربت پر رحمت وانوار کی موسلا دھار برکھا برسائے اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبۂ جنوں خیز اور عزم تازہ عطا کرے، آمین۔

نوری مشن مالیگاؤں

□□□

اقوال زریں:۔ اچھا دوست چاہے جتنی بار روٹھے اسے منا لینا چاہیے کیوں کہ تسبیح کے دانے چاہے جتنی بار بکھریں چن لیے جاتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ

فرمان مصطفیٰ:۔ سب سے زیادہ حسرت قیامت کے دن اس کو ہوگی جسے دنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا مگر اس نے حاصل نہ کیا اور اس شخص کو ہوگی جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں نے تو اس سے سن کر نفع اٹھایا لیکن اس نے نہ اٹھایا (یعنی اس علم پر عمل نہ کیا)

ربط باہم

قارئین کرام

مکرمی ایڈیٹر صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید واثق ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مستقبل میں بھی آپ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔

اس سے پہلے سہ ماہی امجدیہ بہت خوبصورت انداز میں وقت پر آیا کرتا تھا لیکن ادھر کچھ دنوں سے تعطل کا شکار ہے۔ لہٰذا آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس کو وقت پر قوم کے حوالے کرنے کی زحمت فرمائیں چوں کہ "سہ ماہی امجدیہ" دین وملت کا ترجمان اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بہترین ناشر ہے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے اس کو حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرمائے، اور جامعہ امجدیہ کے اساتذہ اور اراکین کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، آمین۔

فقط

نوشاد عالم مصباحی

دھنباد (جھارکھنڈ)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

سلام مسنون!

اس سے پہلے بھی میں گزارش کر چکا ہوں کہ اس سال رسالہ بہت تاخیر سے آرہا ہے لہٰذا وقت پر لانے کی کوشش فرمائیں۔ کیوں کہ آپ کا رسالہ یقیناً دیگر رسائل میں امتیازی شان رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میں اسے بہت ہی اطمینان اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ ساتھ ہی اپنے دوست واحباب کو پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری گزارش صرف اس لیے مقبول نہیں ہوئی کہ آپ حضرات تحریری کام کے علاوہ دیگر تدریسی، تقریری وغیرہ ذمہ داریوں میں مصروف رہتے ہیں۔ لہٰذا پھر سے گزارش کر رہا ہوں کہ وقت نکال کر رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں اور وقت پر ہمارے پتہ پر ارسال فرمانے کی زحمت کریں۔

فقط والسلام

محمد مبشر رضا نوری

بھڑوچ گجرات

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

اس سے پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ رسالہ اس سال بہت تاخیر سے آرہا ہے جب کہ ہم آپ کے رسالے کے بہت ہی شدت کے ساتھ منتظر رہتے ہیں۔ اور احباب میں اس کا تذکرہ برابر کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ رسالے کے مشمولات بہت ہی وقیع اور معلومات افزا ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے رسالے کو ہمارے پتے پر ارسال کر دیا کریں بہت بڑی مہربانی ہوگی جامعہ امجدیہ کے اساتذہ سے سلام عرض کریں اور دعاؤں کی گزارش کریں۔

انشاء اللہ وقت نے اگر اجازت دی تو بہت جلد آپ کے ادارے میں حاضری کا شرف حاصل کروں گا اور دیار صدر الشریعہ میں پہنچ کر اپنے دامن مراد کو پر کروں گا۔

فقط والسلام

شاہد جمال، پورنیہ

☆☆☆

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ آپ کے رسالے میں اشاعت کروانے کی غرض سے ایک مضمون بنام ”حضور محدث کبیر اور علمائے اشرفیہ“ آپ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں کسی قریبی شمارے میں جگہ عنایت فرمائیں عین مہربانی ہوگی۔

میرے باقی حالات ٹھیک ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے جامعہ امجدیہ وکلیۃ البنات الامجدیہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور ان کے بانی و ذمہ داران نیز اساتذہ کو صحت وتندرستی اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

محمد شکیل احمد، فیض آباد

☆☆☆

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کی ٹیم خیر و عافیت سے ہوگی اور ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ حضرات بصحت و عافیت رہیں کیوں کہ آپ حضرات سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی اور اہل سنت و جماعت کا کام بہت ہی اچھے پیرائے میں ہو رہا ہے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ لوگوں کو سلامت رکھے۔ آمین۔

محمد طارق گھوسی

☆☆☆

معلومات

سوال:۔ پیارے آقا مزار سے نکلنے کے بعد کون سا لباس زیب تن فرمائیں گے؟

جواب:۔ پیارے آقا مزار سے نکلنے کے بعد جنتی لباس زیب تن فرمائیں گے۔

سوال:۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے کب انتقال فرمایا؟

جواب:۔ ابو طالب کے مرنے کے تین دن یا پانچ دن بعد یعنی اعلان نبوت کے دس سال بعد۔

(مدارج النبوۃ)

خیابان نعت و منقبت

شعرائے کرام

نعت پاک

لب پہ شام و سحر مدینہ ہے
دل مدینہ جگر مدینہ ہے
زندگی یوں پھرا نہ اب مجھ کو
اُس طرف چل جدھر مدینہ ہے
کوئی پوچھے اگر پتہ میرا
اس سے کہنا کہ گھر مدینہ ہے
پاؤں رکھ کر تو چل رہا ہے یہاں
باز آ بے خبر! مدینہ ہے
سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
اب مرا چارہ گر مدینہ ہے
کوئی گمراہ کر نہیں سکتا
جب میرا راہبر مدینہ ہے
آسماں سے زمیں یہ کہتی ہے
سن لے میرا جگر مدینہ ہے
عاشقوں کے قلوب کی دھڑکن
آرزوئے بشر مدینہ ہے
کج نگاہی نہ کر تو ہوش میں آ
دیکھ اہل نظر مدینہ ہے
میرا ماویٰ مری یہ جائے پناہ
یا شہ بحر و بر مدینہ ہے
وجہ توقیر ہے نواز یہی
باعث کر و فر مدینہ ہے

❁❁❁

نعت پاک

ساز طرب بجاؤ سرکار آرہے ہیں
خوشیاں سبھی مناؤ سرکار آرہے ہیں

گھر بار کو سجاؤ سرکار آرہے ہیں
راہوں میں دل بچھاؤ سرکار آرہے ہیں

اب بچیاں کبھی بھی زندہ نہ دفن ہوں گی
مژدہ انھیں سناؤ سرکار آرہے ہیں

رحمت کی بارشیں ہیں انوار کی ہے برکھا
اے مومنوں! نہاؤ سرکار آرہے ہیں

رنج و الم کے مارو! اب اشک مت بہاؤ
سب مل کے مسکراؤ سرکار آرہے ہیں

جو وجہ کن فکاں ہیں آمد ہے آج ان کی
نعرہ یہی لگاؤ سرکار آرہے ہیں

چرچا نوازؔ ان کا صبح و مسا کرو تم
خوشیوں کے گیت گاؤ سرکار آرہے ہیں

❁❁❁

R.N.I.NO. UPURD/2005/14670

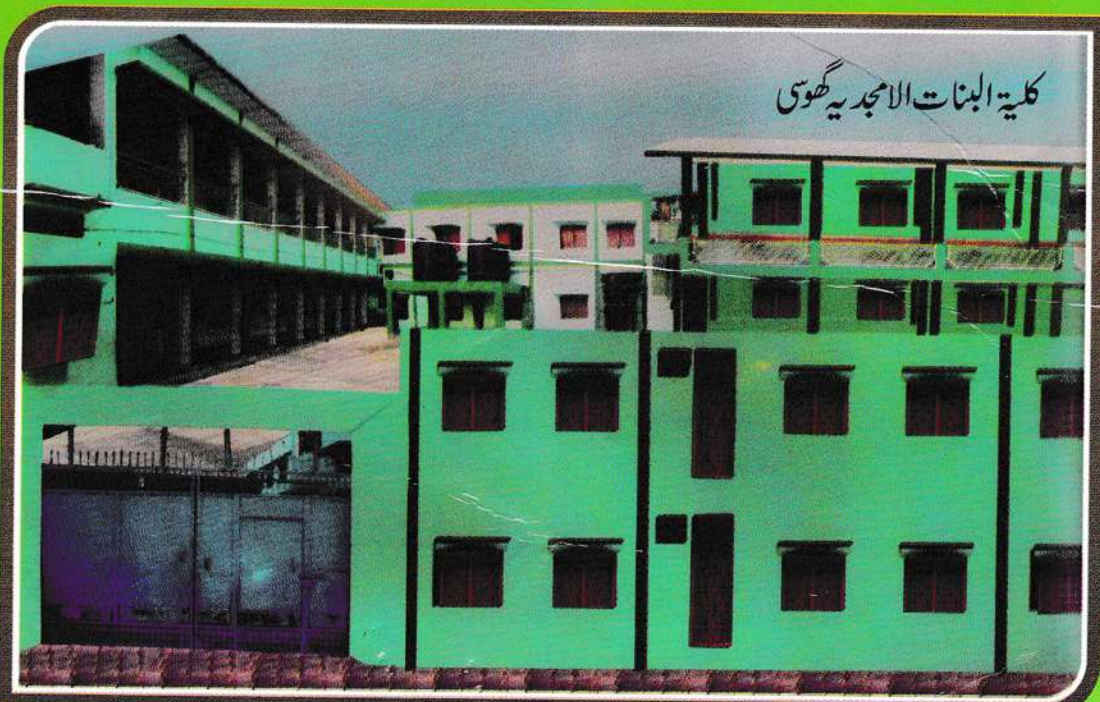
SEHMAHI AMJADIA

TAIBATUL-OLAMA JAMIA AMJADIA RAZVIA GHOSI MAU U.P

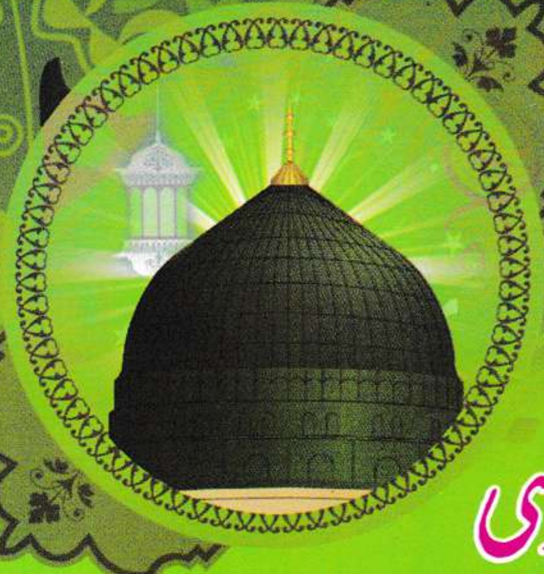
Vol.12 Issue:47

Oct. Nov. Dec. 2016





مسلکِ اعلیٰحضرت کا ترجمان



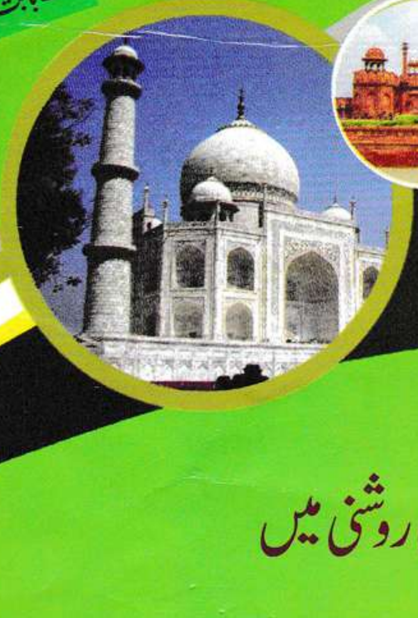
سہ ماہی امجدیہ گھوسی

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اللہ جل شانہ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے اپنے ایمان وعقیدے کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ وعبادت وریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیا، جس کی وجہ سے حق تبارک وتعالیٰ نے ان کے پیکر خاکی کو نورانی بنادیا اور وہ اس حدیث قدسی کے مصداق بن گئے، جن کے بابت خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے:





ہندوستان میں مغلیہ سلطنت اور ان کے اہم کارنامے

• اصول اسلام جدید سائنس کی روشنی میں

Oct. Nov. Dec.
2016